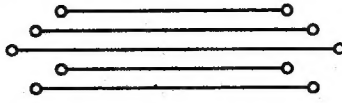


# تفسیر ابن کثیر



چند اہم مضامین کی فہرست

۵۸۶	• انبیاء کے فرماں بردار اور جنت	۲۲۳
۵۸۶	• مشرکوں کا حشر	۲۲۳
۵۸۸	• استقامت کی ہدایت	۲۲۴
۵۹۰	• اوقات نماز کی نشاندہی	۲۲۴
۵۹۱	• نیکی کی دعوت دینے والے چند لوگ	۲۲۷
۵۹۳	• ذکر ماضی تمہارے لیے سامان سکون	۲۲۸
۵۹۵	• تعارف قرآن بربان اللہ الرحمان	۲۲۹
۵۹۷	• بہترین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام	۲۳۱
۵۹۷	• یعقوب علیہ السلام کی تعبیر اور ہدایات	۲۳۲
۵۹۸	• بشارت اور نصیحت بھی	۲۳۳
۶۰۳	• یوسف علیہ السلام کے خاندان کا تعارف	۲۳۳
۶۰۵	• بڑے بھائی کی رائے پر اتفاق	۲۳۴
۶۰۶	• بھائی اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گئے	۲۳۵
۶۰۶	• کنویں سے بازار مصر تک	۲۳۷
۶۰۷	• بازار مصر سے شاہی محل تک	۲۳۹
۶۰۸	• زلیخا کی بدنیتی سے الزام تک	۲۴۰
۶۰۹	• یوسف علیہ السلام کے تقدس کا سبب	۲۴۰
۶۱۰	• الزام کی مدافعت اور بچے کی گواہی	۲۴۲
۶۱۲	• داستان عشق اور حسینان مصر	۲۴۳
۶۱۳	• جیل خانہ اور یوسف علیہ السلام	۲۴۶
۶۱۴	• جیل خانہ میں بادشاہ کے باورچی اور ساتی سے ملاقات	۲۴۶
۶۱۶	• جیل خانہ میں خوابوں کی تعبیر کا سلسلہ اور تیغ توحید	۲۴۷
۶۱۷	• خواب اور اس کی تعبیر	۲۴۹
۶۱۹	• تعبیر بتا کر بادشاہ وقت کو اپنی یاد دہانی کی تاکید	۲۵۰
۶۲۰	• شاہ مصر کا خواب اور تلاش تعبیر میں حضرت یوسف تک رسائی	۲۵۰
۶۲۲	• تعبیر کی صداقت اور شاہ مصر کا حضرت یوسف کو وزارت سونپنا	۲۵۲
• ہر مخلوق کا روزی رساں اللہ		
• تخلیق کائنات کا تذکرہ		
• انسان کا نفسیاتی تجزیہ		
• ریاہرنیکی کے لیے زہر ہے		
• مومن کون ہیں؟		
• عقل و ہوش اور ایمان والے لوگ		
• آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا نبی؟		
• دعوت حق سب کے لیے یکساں ہے		
• میرا پیغام اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے		
• قوم نوح کا مانگا ہوا عذاب اسے ملا		
• نوح کی اپنے بیٹے کے لیے نجات کی دعا اور جواب		
• طوفان نوح کا آخری منظر		
• یہ تاریخ ماضی وحی کے ذریعہ بیان کی گئی		
• قوم ہود کی تاریخ		
• قوم ہود کے مطالبات		
• ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب		
• صالح علیہ السلام اور ان کی قوم میں مکالمات		
• ابراہیم علیہ السلام کو بشارت اولاد اور فرشتوں سے گفتگو		
• حضرت ابراہیم کی بردباری اور سفارش		
• حضرت لوط علیہ السلام کے گھر فرشتوں کا نزول		
• لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے		
• اہل مدین کی جانب حضرت شعیب کی آمد		
• پرانے معبودوں سے دستبرداری سے انکار		
• قوم مدین کا جواب اور اللہ کا عتاب		
• قبطی قوم کا سردار فرعون اور موسیٰ علیہ السلام		
• عذاب یافثہ لوگوں کی جینیں		

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ  
مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى  
الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتُمْ مَبْعُوثُونَ  
مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا  
إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝

زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں۔ وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور ان کے سوئے جانے کی جگہ کو بھی سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے ۝ اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اگر تو ان سے کہے کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے کہ یہ تو ترا صاف صاف جادو ہی ہے ۝

ہر مخلوق کا روزی رساں اللہ: ☆ ☆ (آیت ۶): ہر ایک چھوٹی بڑی، خشکی تری کی مخلوق کا روزی رساں ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی ان کے چلنے پھرنے، آنے جانے، رہنے سہنے، مرنے جینے اور ماں کے رحم میں قرار پکڑنے اور باپ کی پیٹھ کی جگہ کو جانتا ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام کے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں۔ فاللہ اعلم۔ یہ تمام باتیں اللہ کے پاس کی واضح کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ اِرْجُ، یعنی زمین پر چلنے والے جانور اور اپنے پرؤں پر اڑنے والے پرند سب کے سب تم جیسی ہی امتیں ہیں، ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی، پھر سب کے سب اپنے پروردگار کی طرف جمع کئے جائیں گے۔ اور فرمان ہے وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ اِرْجُ، یعنی غیب کی کتبیاں اسی اللہ کے پاس ہیں۔ انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ خشکی تری کی تمام چیزوں کا اسے علم ہے۔ جو پہچھڑتا ہے اس کے علم میں ہے، کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور کوئی تر و خشک چیز ایسی نہیں جو واضح کتاب میں نہ ہو۔

تخلیق کائنات کا تذکرہ: ☆ ☆ (آیت ۷): اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے۔ آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے بنو تمیم تم خوشخبری قبول کرو۔ انہوں نے کہا، خوشخبریاں تو آپ نے سنا دیں۔ اب کچھ دلوائیے۔ آپ نے فرمایا اے اہل یمن تم قبول کرو۔ انہوں نے کہا، ہاں ہمیں قبول ہے۔ مخلوق کی ابتدا تو ہمیں سنائیے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ نے فرمایا، سب سے پہلے اللہ تھا۔ اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔

راوی حدیث حضرت عمرؓ ان کہتے ہیں، حضورؐ نے اتنا ہی فرمایا تھا جو کسی نے آن کر مجھے خبر دی کہ تیری اونٹنی زانو کھلوا کر بھاگ گئی، میں اسے ڈھونڈنے چلا گیا۔ پھر مجھے نہیں معلوم کہ کیا بات ہوئی؟ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔ ایک روایت میں ہے اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔ پھر آسمان و زمین کو پیدا

کیا۔ مسلم کی حدیث میں ہے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک قدسی حدیث لائے ہیں کہ اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے دوں گا اور فرمایا ”اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔“ دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا۔ خیال تو کرو کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے اب تک کتنا کچھ خرچ کیا ہو گا لیکن تاہم اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوتا۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ اس کے ہاتھ میں میزان ہے۔ جھکاتا ہے اور اونچا کرتا ہے۔ مسند میں ہے ابو رزین لقیط بن عامر بن متفق عقلی نے حضورؐ سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپؐ نے فرمایا ”عما میں نیچے بھی ہوا اور اوپر بھی ہوا۔ پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا۔ یہ روایت ترمذی کتاب التفسیر میں بھی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔“

امام ترمذیؒ اسے حسن کہتے ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرنے سے پہلے عرش الہی پانی پر تھا۔ وہب، ضمہ، قتادہ، ابن جریر وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ قتادہؒ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ابتدا مخلوق کس طرح ہوئی! ربیع بن انس کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے کر دیے۔ نصف عرش کے نیچے بھی بحر مجہود ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے۔ سعد طائی فرماتے ہیں کہ عرش سرخ یا قوت کا ہے۔ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا۔ اس لئے کہ کچھ نہ تھا پانی تھا اس پر عرش تھا۔ عرش پر ذو الجلال و الاکرام ذو العزت و السلطان ذو الملک و القدیر ذو العلم و الرحمة و النعمہ تھا جو جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ ابن عباسؓ اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہوا کی پیٹھ پر۔

پھر فرماتا ہے۔ آسمان و زمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لئے ہے اور تم اس لئے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بے کار پیدا نہیں کئے گئے۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں۔ یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے۔ اور آیت میں ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا ۚ کیا تم اور یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟ اللہ جو سچا مالک ہے وہی حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ اور آیت میں ہے انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ وہ تمہیں آزماتا رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں؟ یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لئے کہ عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہؐ کی تابعداری ہو۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بے کار اور غارت ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبیؐ اگر آپؐ انہیں کہیں کہ تم مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے، جس اللہ نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نہ گزرا۔ اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گزرے گی؟ یہ تو بہ نسبت اول مرتبہ کے بہت ہی آسان ہے۔

فرمان الہی ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يَبْدُوُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ اَهْوَاوُ عَلَيْهِ اسی نے پہلی پیدائش شروع میں کی۔ وہی دوبارہ پیدائش کرے گا اور یہ تو اس پر نہایت ہی آسان ہے۔ اور آیت میں ہے کہ تم سب کا بنانا اور مار کر زندہ کرنا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا۔ لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کھلے جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ کفر و عناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کرتے۔

وَلَيْنَ آخَرَنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لِّيَقُولُوا مَا  
يُحِبُّهُ<sup>١</sup> الْآيَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا  
بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ<sup>٢</sup>

اور اگر ہم ان سے عذاب کو کئی جتنی مدت تک کے لئے پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکاراٹھیں گے کہ عذاب کو کون کی چیز روکے ہوئے ہے! سنو جس دن وہ ان کے پاس آئے گا پھر ان سے ٹلنے والا نہیں پھر تو جس کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہی پر الٹ پڑے گا ○

(آیت: ۸) پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم عذاب و پکڑ کو ان سے کچھ مقرر مدت تک کے لئے موخر کر دیں تو یہ اس کو نہ آنے والا جان کر جلدی کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں کہ عذاب ہم سے موخر کیوں ہو گئے؟ ان کے دل میں کفر و شرک اس طرح بیٹھ گیا ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا۔ امت کا لفظ قرآن و حدیث میں کئی ایک معنی میں مستعمل ہے۔ اس سے مراد مدت بھی ہے۔ اس آیت میں اور آیت وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ جو سورہ یوسف میں ہے یہی معنی ہیں۔ امام و مقتدی کے معنی میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم کے بارے میں اُمَّةً قَانِیًا اِخْ آیا ہے۔ ملت اور دین کے بارے میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔ جیسے مشرکوں کا قول اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ ہے اور جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے وَجَدَ عَلَیْهِ اُمَّةً والی آیت میں اور آیت وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ مِنْ اٰیٰتِنَا رُسُلًا ہے جو یہودی نصرانی اس امت کا میرا نام سنے اور مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ ہاں تا بعد ارامت وہ ہے جو رسولوں کو ماننے جیسے كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ والی آیت میں۔

صحیح حدیث میں ہے، میں کہوں گا، امتی امتی، اسی طرح امت کا لفظ فرقے اور گروہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے آیت وَمِنْ قَوْمٍ مُّوسَىٰ أُمَّةٌ ۖ وَجَعَلْنَاهُ خَاسِرًا ۖ لِّمَا كَانُوا فَعَلُوا ۚ اور جیسے آیت مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ ۖ لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا ۚ

وَلَيْنَ آذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَكَفُورٌ ۝ وَلَيْنَ آذَقْنَاهُ نِعْمًا بَعْدَ ضِرَاءٍ مُّسْتَهٍ لَّيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِحَ فَخُورٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

اگر ہم انسان کو اپنی کسی نعمت کا ذائقہ چکھا کر پھر اسے اس سے لے لیں تو وہ بہت ہی ناامید اور بڑا ہی ناشکر ابن جاتا ہے ○ اور اگر ہم اسے کوئی رحمت پہنچا نہیں اس سختی کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی تو وہ کہنے لگتا ہے کہ بس برائیاں مجھ سے جاتی رہیں یقیناً وہ بڑا ہی خوش فہم و خوش فکر کرنے لگتا ہے ○ سوائے ان کے جو صبر کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں انہی لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا نیک بدلہ بھی ○

انسان کا نفسیاتی تجزیہ: ☆☆ (آیت: ۹-۱۱) سوائے کامل ایمان والوں کے عموماً لوگوں میں جو برائیاں ہیں، ان کا بیان ہو رہا ہے کہ راحت کے بعد کی سختی پر مایوس اور محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ اللہ سے بدگمانی کر کے آئندہ کے لئے بھلائی کو بھول بیٹھتے ہیں گویا کہ نہ کبھی اس

سے پہلے کوئی آرام اٹھایا تھا نہ اس کے بعد کسی راحت کی توقع ہے۔

یہی حال اس کے برخلاف بھی ہے۔ اگر سختی کے بعد آسانی ہو گئی تو کہنے لگتے ہیں کہ بس اب برا وقت ٹل گیا۔ اپنی راحت اپنی تن آسانیوں پر مست و بے فکر ہو جاتے ہیں۔ دوسروں کا استہزاء کرنے لگتے ہیں۔ اکڑفوں میں پڑ جاتے ہیں اور آئندہ کی سختی کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں۔ ہاں ایمان دار اس بری خصلت سے محفوظ رہتے ہیں۔ وہ دکھ درد میں صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں۔ راحت و آرام میں اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ یہ صبر پر مغفرت اور نیکی پر ثواب پاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن کو کوئی سختی، کوئی مصیبت، کوئی دکھ، کوئی غم ایسا نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف نہ فرماتا ہو یہاں تک کہ کاٹا لگنے پر بھی۔

صحیحین کی ایک اور حدیث میں ہے، مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ سراسر بہتر ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ راحت پا کر شکر کرتا ہے اور بھلائی سمیٹتا ہے۔ تکلیف اٹھا کر صبر کرتا ہے، نیکی پاتا ہے۔ ایسا حال مومن کے سوا اور کسی کا نہیں ہوتا۔ اسی کا بیان سورہ والعصر میں ہے۔ یعنی عصر کے وقت کی قسم، تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کریں اور ایک دوسرے کو دین حق کی اور صبر کی ہدایت کرتے رہیں۔ یہی بیان آیت إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا میں ہے۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضُ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَضَاقَ بِهٖ صَدْرُكَ  
اَنْ يَقُوْلُوْا لَوْلَا اَنْزَلَ عَلَیْهِ كَنْزًا اَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ اِنَّمَا  
اَنْتَ نَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ وَكِیْلٌ ۝۱۱ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ  
قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرِیْتَ وَاَدْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ  
دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۱۲ فَاِلٰمَ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ  
فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ  
اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۳

پس شاید کہ تو اس وحی کے کسی حصے کو چھوڑ دینے والا ہے جو تیری طرف نازل کی جاتی ہے اور اس سے حیرا دل تنگ ہونے والا ہے صرف ان کی اس بات پر کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہی آتا؟ تو تو صرف ڈرانے والا ہی ہے ہر چیز کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہی ہے ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو کسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سو تیس گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اپنے ساتھ ملا بھی لو اگر تم سچے ہو ○ پھر اگر وہ تمہاری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اور دراصل اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں پس کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟ ○

کافروں کی تنقید کی پرواہ نہ کریں: ☆ ☆ (آیت ۱۲-۱۳) کافروں کی زبان پر جو آتا وہی طعنہ بازی رسول اللہ ﷺ پر کرتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے سچے پیغمبر کو دلاساہ اور تسلی دیتا ہے کہ آپؐ نہ اس سے کام میں سستی کریں نہ تنگ دل ہوں۔ یہ تو ان کا شیوہ ہے۔ کبھی وہ کہتے:

اگر یہ رسول ہے تو کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ بازاروں میں کیوں آتا جاتا ہے؟ اس کی ہم نوائی میں کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترتا؟ اسے کوئی خزانہ کیوں نہیں دیا گیا؟ اس کے کھانے کو کوئی خاص باغ کیوں نہیں بنایا گیا؟ مسلمانوں کو طعنہ دیتے کہ تم تو اس کے پیچھے چل رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر آپ ملول خاطر نہ ہوں، آزرده دل نہ ہوں، اپنے کام سے نہ رکے، انہیں حق کی پکار سنانے میں کوتاہی نہ کیجئے، دن رات اللہ کی طرف بلاتے رہئے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان کی دکھ دہ باتیں آپ کو بری لگتی ہیں۔ آپ توجہ بھی نہ کیجئے۔ ایسا نہ ہو آپ مایوس ہو جائیں یا تنگ دل ہو کر بیٹھ جائیں کہ یہ آوازے کتے، پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ اپنے سے پہلے کے رسولوں کو دیکھئے۔ سب جھٹلائے گئے، ستائے گئے اور صابر و ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی مدد آ پہنچی۔

پھر قرآن کا معجزہ بیان فرمایا کہ اس جیسا قرآن لانا تو کہاں؟ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی ساری دنیا مل کر بنا کر نہیں لاسکتی اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جیسی اس کی ذات مثال سے پاک، ویسے ہی اس کی صفیتیں بھی بے مثال۔ اس کے کلام جیسا مخلوق کا کلام ہو یہ ناممکن ہے۔ اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا، پاک اور منفرد ہے۔ معبود اور رب صرف وہی ہے۔ جب تم سے یہ نہیں ہو سکتا اور اب تک نہیں ہو سکا تو یقین کر لو کہ تم اس کے بنانے سے عاجز ہو اور دراصل یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کا علم اس کے حکم احکام اس کی روک ٹوک اسی کلام میں ہیں اور ساتھ ہی مان لو کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔ بس آؤ اسلام کے جھنڈے تلے کھڑے ہو جاؤ۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيْنَتَهَا ثَوَّفَ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يَبْخَسُوْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا السَّارُ ۝۱۶ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبِطُلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۷

جو شخص دنیا کی زندگی اور اسی کی زینت پر مجھا ہوا ہو، ہم بھی ایسوں کو ان کے کل اعمال میں پھر پور پور پھنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ○ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انھوں نے کیا تھا، وہاں سب باطل ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے، سب برباد ہوئے ○

ریا ہر نیکی کے لیے زہر ہے: ☆☆ (آیت ۱۵-۱۶) ابن عباسؓ فرماتے ہیں ریا کاروں کی نیکیوں کا بدلہ سب کچھ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ ذرا سی بھی کمی نہیں ہوتی۔ پس جو شخص دنیا میں دکھاوے کے لئے نماز پڑھے، روزے رکھے یا تہجد گزاری کرے، اس کا اجر اسے دنیا میں ہی مل کر رہتا ہے۔ آخرت میں وہ خالی ہاتھ اور محض بے عمل اٹھتا ہے۔ حضرت انسؓ وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں اتری ہے اور مجاہد کہتے ہیں ریا کاروں کے بارے میں اتری ہے۔ الغرض جس کا جو قصہ ہو، اسی کے مطابق اس سے معاملہ ہوتا ہے۔ دنیا طلبی کے لئے جو اعمال ہوں وہ آخرت میں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ مومن کی نیت اور مقصد چونکہ آخرت طلبی ہی ہوتا ہے، اللہ اسے آخرت میں اس کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے اور دنیا میں بھی اس کی نیکیاں کام آتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔

قرآن کریم کی آیت مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعٰجِلَةَ الْخ میں بھی اسی کا تفصیلی بیان ہے کہ دنیا طلب لوگوں میں سے جسے ہم جس قدر چاہیں دے دیتے ہیں۔ پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے، جہاں وہ ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوتا ہے۔ ہاں جس کی طلب آخرت ہو اور بالکل اسی کے





کتاب پر ایمان لانے کی رہنمائی کی ہے۔ پس یہ لوگ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

پھر پورے قرآن کو یا اس کے کسی حصے کو نہ ماننے والوں کی سزا کا بیان فرمایا کہ دنیا والوں میں سے جو گردہ جو فرقہ اسے نہ مانے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی، کہیں کا ہو کوئی ہو کسی رنگت اور شکل و صورت کا ہو قرآن پہنچا اور نہ مانا وہ جہنمی ہے۔ جیسے رب العالمین نے اپنے نبی کی زبانی اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ لَا نُنْذِرُكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ کہ میں اس سے تمہیں بھی آگاہ کر رہا ہوں اور انہیں بھی جنہیں یہ پہنچ جائے۔ اور آیت میں ہے قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت میں سے جو بھی مجھے سن لے اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں میں جو صحیح حدیث سنتا ہوں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ضرور پاتا ہوں۔ مندرجہ بالا حدیث سن کر میں اس تلاش میں لگا کہ اس کی تصدیق قرآن کی کس آیت سے ہوتی ہے تو مجھے یہ آیت ملی۔ پس تمام دین والے اس سے مراد ہیں۔ پھر جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اس قرآن کے اللہ کی طرف سے سراسر حق ہونے میں تجھے کوئی شک شبہ نہ کرنا چاہئے جیسے ارشاد ہے کہ اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور جگہ ہے ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

پھر ارشاد ہے کہ اکثر لوگ ایمان سے کورے ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ یعنی گو تیری چاہت ہو لیکن یقین کر لے کہ اکثر لوگ مومن نہیں ہوں گے۔ اور آیت میں ہے وَإِنْ تَطَلَّعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اگر تو دنیا والوں کی اکثریت کی پیروی کرے گا تو وہ تو تجھے راہ اللہ سے بھٹکا دیں گے۔ اور آیت میں ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ یعنی ان پر ابلیس نے اپنا گمان بچ کر دکھایا اور سوائے مومنوں کی ایک مختصری جماعت کے باقی سب اسی کے پیچھے لگ گئے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ لے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا۔ خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر ○

اللہ جل شانہ پہ بہتان باندھنے والے ☆☆ (آیت: ۱۸) جو لوگ اللہ کے ذمے بہتان باندھ لیں ان کا انجام اور قیامت کے دن کی ساری مخلوق کے سامنے ان کی رسوائی کا بیان ہو رہا ہے۔ مسند احمد میں صفوان بن محرز کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ تھا ہے ہوئے تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل مومن کو اپنے سے قریب کرے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور اسے لوگوں کی نگاہوں سے چھپالے گا اور اسے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا کہ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ اور فلاں بھی؟ اور فلاں بھی؟ یہ اقرار کرتا جائے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ بس اب ہلاک ہوا۔ اس وقت ارحم الراحمین فرمائے گا کہ میرے بندے دنیا میں ان پر پردہ ڈالتا



رہا۔ سن آج بھی میں انہیں بخشا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کا عمل نامہ اسے دے دیا جائے گا۔ اور کفار اور منافقین پر نوح گواہ پیش ہوں گے جو کہیں گے کہ یہی وہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ بولتے تھے۔ یاد رہے کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے اُنح یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ  
هُمْ كَفِرُونَ ﴿١٩﴾ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ  
لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءٍ يُضْعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ مَا كَانُوا  
يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ  
خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ  
أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْآخَسِرُونَ ﴿٢٢﴾

جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کر لیتے ہیں یہی ہیں آخرت کے منکر ○ نہ یہ لوگ دنیا میں اللہ کو ہراسکے نہ ان کا کوئی حمایتی اللہ کے سوا ہوا ان کے لئے عذاب دگنا کیا جائے گا نہ یہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ یہ دیکھتے ہی تھے ○ یہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا اور جن سے اپنا باندھا ہوا افتراء گم ہو گیا ○ بے شک یہی لوگ آخرت میں زیاں کارہوں کے ○

(آیت: ۱۹-۲۲) یہ لوگ اتباع حق ہدایت اور جنت سے اوروں کو روکتے رہے اور اپنا طریقہ ٹیڑھا تر چھایا تلاش کرتے رہے۔ ساتھ ہی قیامت اور آخرت کے دن کے بھی منکر ہی رہے۔ اسے مانا ہی نہیں۔ یاد رہے کہ یہ اللہ کے ماتحت ہیں۔ وہ ان سے ہر وقت انتقام لینے پر قادر ہے۔ اگر چاہے تو آخرت سے پہلے دنیا میں ہی پکڑ لے لیکن اس کی طرف سے تھوڑی سی ڈھیل انہیں مل گئی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے بالآخر جب پکڑتا ہے تب چھوڑتا ہی نہیں۔ ان کی سزائیں بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔ اس لئے کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں سے انہوں نے کام نہ لیا۔ حق سننے سے کانوں کو بہرہ رکھا۔ حق کی تابعداری سے آنکھوں کو اندھا رکھا۔ جہنم میں جاتے وقت خود ہی کہیں گے کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ یعنی اگر سنتے ہوتے، عقل رکھتے ہوتے تو آج دوزخی نہ بنتے۔ یہی فرمان آیت الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ الخ میں ہے کہ کافروں کے لیے راہ اللہ کی راہ سے روکنے والوں کے لیے عذاب پر عذاب بڑھتا چلا جائے گا۔ ہر ایک حکم عدولی پر ہر ایک برائی کے کام پر سزا بھگتیں گے۔

پس صحیح قول یہی ہے کہ آخرت کی نسبت کے اعتبار سے کفار بھی فروع شرع کے مکلف ہیں۔ یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور خود اپنے تئیں جہنمی بنایا۔ جہاں کا عذاب ذرا سی دیر بھی ہلکا نہیں ہوگا۔ آگ کے شعلے کم ہونے تو کہاں اور تیز ہوتے جائیں گے جنہیں انہوں نے گھڑ لیا تھا یعنی بت اور اللہ کے شریک وغیرہ آج وہ ان کے کسی کام نہ آئیں گے بلکہ نظر بھی نہ پڑیں گے بلکہ اور نقصان پہنچائیں گے۔ وہ تو ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کے شرک سے صاف مکر جائیں گے۔ گویہ انہیں باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ان کے لئے باعث ذلت ہیں۔ کھلے طور پر اس بات کا قیامت کے دن انکار کر دیں گے کہ ان مشرکوں نے انہیں پوجا۔ یہی ارشاد خلیل الرحمان کا اپنی قوم سے تھا کہ ان بتوں سے گوتم دنیوی تعلقات وابستہ رکھو لیکن قیامت کے دن ایک دوسرے کا انکار کر دیں گے اور ایک دوسرے پر

لعنت کرنے لگیں گے۔ اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اور کوئی کسی کو کوئی مدد نہ پہنچائے گا۔

یہی مضمون آیت اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا اِلَيْهِمْ اس وقت پیشوا لوگ اپنے مریدوں سے دست بردار ہو جائیں گے۔ عذاب الہی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور باہمی تعلقات سب منقطع ہو جائیں گے۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ وہ بھی ان کی ہلاکت اور نقصان کی خبر دیتی ہیں۔ یقیناً یہی لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔ جنت کے درجوں کے بدلے انہوں نے جہنم کے گڑھے لئے۔ اللہ کی نعمتوں کے بدلے جہنم کی آگ قبول کی۔ پیٹھے ٹھنڈے خوشگوار خشتی پانی کے بدلے جہنم کا آگ جیسا کھولتا ہوا گرم پانی انہیں ملا۔ حور عین کے بدلے لہو پیپ اور بلند وبالا محلات کے بدلے دوزخ کے تنگ مقامات انہوں نے لئے رب رحمان کی نزدیکی اور دیدار کے بدلے اس کا غضب اور سزا انہیں ملی۔ بے شک یہاں یہ سخت گھائے میں رہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰخَبَتْوْا اِلٰی رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ  
اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ  
كَالْاَعْنٰی وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِیْرِ وَالسَّمِیْعِ هَلْ یَسْتَوِیْنَ مَثَلًا  
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کئے اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے وہی جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں ○ ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھتے سنتے سمیٹے ہے کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ○؟

عقل و ہوش اور ایمان والے لوگ: ☆☆ (آیت: ۲۳-۲۴) بروں کے ذکر کے بعد اچھے لوگوں کا بیان ہو رہا ہے جن کے دل ایمان والے جن کے جسمانی اعضا فرماں برداری کرنے والے تھے قول و فعل سے فرمان رب بجالانے والے اور رب کی نافرمانی سے بچنے والے تھے۔ یہ لوگ جنت کے وارث ہوں گے۔ بلند وبالا خانے، بچے بچھائے تخت، جھکے ہوئے خوشنور اور میوؤں کے درخت ابھرے ابھرے فرش، خوبصورت بیویاں، قسم قسم کے خوش ذائقہ پھل، چاہت کے لذیذ کھانے پینے اور سب سے بڑھ کر دیدار الہی۔ یہ نعمتیں ہوں گی جو ان کے لئے بیشکلی لئے ہوئے ہوں گی۔ نہ انہیں موت آنے نہ بڑھاپا نہ بیماری نہ غفلت نہ پاخانہ پیشاب نہ تھوک نہ ناک مشک بو والا پسینہ آیا اور غذا ہضم۔ پہلے بیان کردہ کافر شکلی لوگ اور یہ مومن متقی لوگ بالکل وہی نسبت رکھتے ہیں جو اندھے بہرے اور بینا اور سنتے میں ہے۔ کافر دنیا میں حق کو دیکھنے میں اندھے تھے اور آخرت کے دن بھی بھلائی کی راہ نہیں پائیں گے نہ اسے دیکھیں گے۔ وہ حقانیت کی دلیلوں کے سننے سے بہرے تھے، نفع دینے والی بات سنتے ہی نہ تھے، اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سناتا۔ اس کے برخلاف مومن سمجھ دار، ذکی، عاقل، عالم و دیکھتا، سمجھتا، سوچتا، سمجھتا، حق و باطل میں تمیز کرتا۔ بھلائی لے لیتا، برائی چھوڑ دیتا، دلیل اور شبہ میں فرق کر لیتا اور باطل سے بچتا، حق کو ماننا۔ بتلائے یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ تعجب ہے کہ پھر بھی تم ایسے دو مختلف شخصوں میں فرق نہیں سمجھتے۔ ارشاد ہے لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اِلَّا دُوْخًا وَّجَنَّتِیْ اِیْکَ یَسْتَوِیْنَ ہوتے۔ جتنی تو بالکل کامیاب ہیں۔ اور آیت میں ہے اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں، اندھیرا اور جالا برابر نہیں، سایہ اور دھوپ برابر نہیں، زندہ اور مردہ برابر نہیں۔ اللہ تو جسے چاہے سنا سکتا ہے تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا۔ تو تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، ہر ہر امت

میں ڈرانے والا ہو چکا ہے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٦﴾  
لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْيَمِّ ﴿٥٧﴾  
فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرِيكَ إِلَّا بَشَرًا  
مِّثْلَنَا وَمَا نَرِيكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَادُوا أَنْ يَادِبُوا  
الرَّأْيَ وَمَا نَرِي لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٥٨﴾

یقیناً ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں ○ کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے ○ اس کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور تیرے تابعداروں کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے کمین موٹی سمجھ والوں کے اور کوئی نہیں۔ ہم تیری کسی قسم کی برتری اپنے اوپر نہیں دیکھ رہے بلکہ ہم تو تمہیں ٹھونسا سمجھ رہے ہیں ○

آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلا نبی ☆ ☆ (آیت: ۲۵-۲۷) سب سے پہلے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی سے روکنے کے لئے زمین پر حضرت نوح علیہ السلام ہی بھیجے گئے تھے۔ آپؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں۔ اگر تم غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑو گے تو عذابوں میں پھنسو گے۔ دیکھو تم صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو۔ اگر تم نے خلاف ورزی کی تو قیامت کے دن کے دردناک سخت عذابوں میں مجھے تمہارے لینے کا خوف ہے۔ اس پر قومی کافروں کے رؤساء اور امراء بول اٹھے کہ آپ کوئی فرشتہ تو ہیں نہیں۔ ہم جیسے ہی انسان ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر تم ایک ہی کے پاس وحی آئے۔ اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایسے رذیل لوگ آپ کے حلقے میں شامل ہو گئے ہیں۔ کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں ہوا اور یہ لوگ بے سوچے سمجھے بغیر غور و فکر کے آپ کی مجلس میں آن بیٹھے ہیں اور ہاں میں ہاں ملائے جاتے ہیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا کہ تم خوش حال ہو گئے ہو تمہاری روزیاں بڑھ گئی ہوں یا خلق و خلق میں تمہیں کوئی برتری ہم پر حاصل ہو گئی ہو۔ بلکہ ہمارے خیال سے تو تم سب جھوٹے ہو۔ نیکی اور صلاحیت اور عبادت پر جو وعدے تم ہمیں آخرت کے ملک کی دے رہے ہو ہمارے نزدیک تو یہ سب بھی جھوٹی باتیں ہیں۔ ان کفار کی بے عقلی تو دیکھئے۔ اگر حق کے قبول کرنے والے نچلے طبقہ کے لوگ ہوئے تو کیا اس سے حق کی شان گھٹ گئی؟ حق حق ہی ہے خواہ اس کے ماننے والے بڑے لوگ ہوں خواہ چھوٹے لوگ ہوں۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ حق کی پیروی کرنے والے ہی شریف لوگ ہیں۔ چاہے وہ مسکین مفلس ہی ہوں اور حق سے روگردانی کرنے والے ہی ذلیل اور رذیل ہیں گو وہ غنی، مالدار اور امیر امراء ہوں۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ سچائی کی آواز کو پہلے پہل غریب مسکین لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور امیر کبیر لوگ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔

فرمان قرآن ہے کہ تجھ سے پہلے جس جس بستی میں ہمارے انبیاء آئے وہاں کے بڑے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس دین پر پایا ہے ہم تو انہی کی خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ شاہ روم ہرقل نے جو ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے۔ جس پر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے تابعدار یہی

لوگ ہوتے ہیں۔ حق کی فوری قبولیت بھی کوئی عیب کی بات نہیں، حق کی وضاحت کے بعد رائے فکر کی ضرورت ہی کیا بلکہ ہر عقل مند کا کام بھی ہے کہ حق کے ماننے میں سبقت اور جلدی کرے۔ اس میں تامل کرنا جہالت اور کندہ دہی ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبر بہت واضح اور صاف اور کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا، اس میں کچھ نہ کچھ جھجک ضرور پائی سوائے ابوبکرؓ کے کہ انہوں نے کوئی تردد و تامل نہ کیا، واضح چیز کو دیکھتے ہی فوراً بے جھجک قبول کر لیا۔ ان کا تیسرا اعتراض کہ ہم کوئی برتری تم میں نہیں دیکھتے، یہ بھی ان کے اندھے پن کی وجہ سے ہے۔ اپنی ان کی آنکھیں اور کان نہ ہوں اور ایک موجود چیز کا انکار کریں تو فی الواقع اس کا نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تو نہ حق کو دیکھیں نہ حق کو سنیں بلکہ اپنے شک میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت میں ڈبکیاں مارتے رہتے ہیں۔ جھوٹے مفتری خالی ہاتھ رذیل اور نقصانوں والے ہیں۔

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُمْ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَاتَّبَعْتُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهِ فَقَعَيْتُمْ عَلَيْكُمْ أَنْزَلْنَا مَكُومَهَا وَانْتُمْ لَهَا كِرْهُونَ ۝۱۸

نوح نے کہا، میری قوم والا مجھے بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور مجھے اس نے اپنے پاس کی کوئی نعمت عطا کی ہوئی ہوئی پھر وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی تو کیا زبردستی میں اسے تمہارے گلے سے منڈھ دوں؟ حالانکہ تم اس سے بیزار ہو ۝۱۸

بلا اجرت خیر خواہ سے ناروا سلوک؟ ﴿آیت: ۲۸﴾ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ سچی نبوت یقین اور واضح چیز میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے آچکی۔ بہت بڑی رحمت و نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور وہ تم سے پوشیدہ رہی، تم اسے نہ دیکھ سکتے، نہ تم نے اس کی قدر دانی کی، نہ اسے پہچانا بلکہ بے سوچے سمجھے تم نے اسے دھکے دے دیئے اور اسے جھٹلانے لگ گئے۔ اب بتلاؤ کہ تمہاری اس ناپسندیدگی کی حالت میں میں کیسے یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں اس کا ماتحت بنادوں؟

وَيَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ مُّلتَقُوا رَبَّهُمْ وَلَكِنِّي أَرْكُمُ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۝ وَيَقَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتَهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَن يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا ۝ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ ۝ إِنِّي إِذَا لَمَنْ الظَّالِمِينَ ۝

میری قوم والو میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔ نہ میں ایمان داروں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں، انہیں اپنے رب

سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو ○ میری قوم کے لوگو! اگر میں ان مومنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کو ان کر سکتا ہے؟ کیا تم کچھ بھی غور و فکر نہیں کرتے؟ ○ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ سنو میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں نہ میرا یہ قول ہے کہ جن پر تمہاری نگاہیں ذلت سے پڑ رہی ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے گا یہی نہیں ان کے دل میں جو ہے اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے اگر میں ایسی باتیں کہوں تو یقیناً میرا شمار ظالموں میں ہو جائے ○

دعوت حق سب کے لیے یکساں ہے: ☆ ☆ (آیت: ۲۹-۳۰) آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ فصاحت تمہیں کر رہا ہوں جتنی خیر خواہی تمہاری کرتا ہوں اس کی کوئی اجرت تو تم سے نہیں مانگتا، میری اجرت تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ تم جو مجھ سے کہتے ہو کہ ان غریب مسکین ایمان والوں کو میں دھکے دیدوں مجھ سے تو یہ کبھی نہیں ہونے کا۔ یہی طلب آنحضرتؐ سے بھی کی گئی تھی جس کے جواب میں یہ آیت اتری لَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعَدْوَةِ وَالْعَشيِّ الْخ، یعنی صبح شام اپنے رب کے پکارنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ نکال۔ اور آیت میں ہے وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ الْخ، اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے آزمایا اور وہ کہنے لگے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم سب کو چھوڑ کر اللہ کا فضل نازل ہوا؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نہیں جانتا؟-

میرا پیغام اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہے: ☆ ☆ (آیت: ۳۱) آپ فرماتے ہیں کہ میں صرف رسول اللہ ہوں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اور تو حید کی طرف اس کے فرمان کے مطابق تم سب کو بلاتا ہوں۔ اس سے میری مراد تم سے مال سبوتا نہیں۔ ہر بڑے چھوٹے کے لئے میری دعوت عام ہے۔ جو قبول کرے گا نجات پائے گا۔ اللہ کے خزانوں کے ہیر پھیر کی مجھ میں قدرت نہیں۔ میں غیب نہیں جانتا۔ ہاں جو بات اللہ مجھے معلوم کر ائے معلوم ہو جاتی ہے۔ میں فرشتہ ہونے کا دعوے دار نہیں ہوں۔ بلکہ ایک انسان ہوں جس کی تائید اللہ کی طرف سے معجزوں سے ہو رہی ہے، جنہیں تم ردیل اور ذلیل سمجھ رہے ہو میں تو اس کا قائل نہیں کہ انہیں اللہ کے ہاں ان کی نیکیوں کا بدلہ نہیں ملے گا۔ ان کے باطن کا حال بھی مجھے معلوم نہیں۔ اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ اگر ظاہر کی طرح باطن میں بھی ایماندار ہیں تو انہیں اللہ کے ہاں ضرور نیکیاں ملیں گی جو ان کے انجام کی برائی کو کہے اس نے ظلم کیا اور جہالت کی بات کہی۔

قَالُوا يَنْوُحُ قَدْ جَدَلْنَا فَاكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ  
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۱۱ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيَكُمْ بِهِ اللّٰهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ  
بِمُعْجِزِيْنَ ۝۱۲ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نَصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ  
أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ  
وَأَلَيْهِ تَرْجِعُونَ ۝۱۳ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ  
فَعَلَىٰ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تَجْرِمُونَ ۝۱۴

کہنے لگے کہ اے نوح تو ہم سے جھگڑا اور خوب ہی جھگڑ چکا اب تو جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ اگر تو بھول نہیں ہے ○ جواب دیا کہ اسے بھی اللہ ہی لانے کا اگر وہ چاہے ہاں تم اسے دہرانے والے نہیں ہو ○ تمہیں میری خیر خواہی کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں بشرطیکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو وہ تم سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ○ کیا یہ کہتے ہیں؟ کہ اسے خود اسی نے گمراہ کیا

ہے؟ تو جواب دے کہ اگر میں نے گھڑ لیا ہو تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں ان گناہوں سے تو بری ہوں جو تم کر رہے ہو ○

قوم نوح کی عجلت پسندی کی حماقت: ☆ ☆ (آیت: ۳۲-۳۳) قوم نوح کی عجلت بیان ہو رہی ہے کہ عذاب مانگ بیٹھے کہنے لگے۔ بس جیتیں تو ہم نے بہت سی سن لیں۔ آخری فیصلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم تو تیری تابعداری نہیں کرنے کے اب اگر تو سچا ہے تو دعا کر کے ہم پر عذاب لاؤ۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسے کوئی عاجز کرنے والا نہیں۔ اگر اللہ کا ارادہ ہی تمہاری گمراہی اور بربادی کا ہے تو پھر واقعی میری نصیحت بے سود ہے سب کا مالک اللہ ہی ہے تمام کاموں کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ متصرف، حاکم، عادل، غیر ظالم، فیصلوں کے امر کا مالک، ابتداء پیدا کرنے والا، پھر لوٹانے والا دنیا آخرت کا تہا مالک وہی ہے۔ ساری مخلوق کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

کفار کا الزام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب: ☆ ☆ (آیت: ۳۵) یہ درمیانی کلام اسے قصے کی بیچ میں اس کی تائید اور تقریر کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ کفار تجھ پر اس قرآن کے از خود گھڑ لینے کا الزام لگا رہے ہیں تو جواب دے کہ اگر ایسا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں جانتا ہوں کہ اللہ کے عذاب کیسے کچھ ہیں؟ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ پر جھوٹ افرا گھڑ لوں؟ ہاں اپنے گناہوں کے ذمے دار تم آپ ہو۔

وَأَوْحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَرَّبِّ يُؤْمِنُ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ  
 آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۖ وَاصْنَعِ الْفُلَكَ بِأَعْيُنِنَا  
 وَوَحَيْنَا وَلَا تَخَاطَبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۖ إِنَّهُمْ مُخْرَقُونَ ۖ  
 وَيَصْنَعُ الْفُلَكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأَ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ  
 قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۖ  
 فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ  
 عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۖ

نوح کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ان کے سوا اور کوئی ایمان لائے گا ہی نہیں تو ان کے کاموں پر غمگین نہ ہو ○ اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کرو وہ پانی میں ڈبو دیے جانے والے ہیں ○ نوح علیہ السلام کی کشتی کی تیاری کی حالت میں اس کی قوم کی جو جماعت اس کے پاس سے گزرتی وہ اس کا مذاق اڑاتی اس نے کہا کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن نہیں گے جیسے تم مسخر اپن کر رہے ہو ○ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے سوا کرے اور اس پر بیٹھنے کی سزا آئے ○

قوم نوح کا مانگا ہوا عذاب اسے ملا: ☆ ☆ (آیت: ۳۶-۳۹) قوم نوح نے جب عذابوں کی مانگ جلدی مچائی تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ الہی یازمین پر کسی کافر کو رہتا ہوتا چھوڑ۔ پروردگار میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد کراؤ وقت وحی آئی۔ کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان نہ لائے گا۔ تو ان پر افسوس نہ کرنے ان کا کوئی ایسا خاص خیال کر۔ ہمارے دیکھتے ہی ہماری تعلیم کے مطابق ایک کشتی



تیار کر اور اب ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر، ہم ان کا ڈیو دینا مقرر کر چکے۔ بعض سلف کہتے ہیں، حکم ہوا کہ لکڑیاں کاٹ کر سکھا کر تختے بنا لو۔ اس میں ایک سو سال گزر گئے، پھر مکمل تیاری میں سو سال اور نکل گئے۔ ایک قول ہے، چالیس سال لگے، واللہ اعلم۔ امام محمد بن اسحاق توراۃ سے نقل کرتے ہیں کہ ساگ کی لکڑی کی یہ کشتی تیار ہوئی۔ اس کا طول اسی ہاتھ تھا اور عرض پچاس ہاتھ کا تھا۔ اندر باہر سے روغن کیا گیا تھا۔ پانی کاٹنے کے پر پرزے بھی تھے۔ قنادہ کا قول ہے کہ لمبائی تین سو ہاتھ کی تھی۔

ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ طول بارہ سو ہاتھ کا تھا اور چوڑائی چھ سو ہاتھ کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ طول دو ہزار ہاتھ اور چوڑائی ایک سو ہاتھ کی تھی۔ واللہ اعلم۔ اس کی اندرونی اونچائی تیس ہاتھ کی تھی۔ اس میں تین درجے تھے۔ ہر درجہ دس ہاتھ اونچا تھا۔ سب سے نیچے کے حصے میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے۔ درمیان کے حصے میں انسان تھے۔ اوپر کے حصے میں پرندے تھے۔ ان میں چوڑا دروازہ تھا، اوپر سے بالکل بند تھی۔ ابن جریرؒ نے ایک غریب اثر عبد اللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم سے درخواست کی کہ اگر آپ بحکم الہی کسی ایسے مردہ کو جلاتے جس نے کشتی نوح دیکھی ہو تو ہمیں اس سے معلومات حاصل ہوتیں۔ آپ انہیں لے کر چلے۔ ایک ٹیلے پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ہی علم ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ پنڈلی ہے حام بن نوح کی۔ پھر آپ نے اپنی لکڑی اس ٹیلے پر مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہوا اسی وقت ایک بڑھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھاپے میں مرا تھا؟ اس نے کہا نہیں مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر دہشت بیٹھی کہ قیامت قائم ہوگئی۔ اس دہشت نے بوڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا، اچھا حضرت نوح کی کشتی کی بابت اپنی معلومات بیان کرو۔ اس نے کہا، وہ بارہ سو ہاتھ لمبی اور چھ سو ہاتھ چوڑی تھی، تین درجوں کی تھی۔ ایک میں جانور اور چوپائے تھے، دوسرے میں انسان، تیسرے میں پرند۔ جب جانوروں کا گوہر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہاتھی کی دم ہلاؤ۔ آپ کے ہلاتے ہی اس سے خنزیر مادہ نکل آئے اور وہ میلا کھانے لگے۔ چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کئے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا۔ اس سے لمبی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہر دوں کے غرقاب ہونے کا علم کیسے ہو گیا؟ اس نے کہا کہ نوحؑ نے کوئے کو خبر لینے کے لئے بھیجا لیکن وہ ایک لاش پر بیٹھ گیا، دیر تک وہ واپس آیا تو آپ نے اس کے لئے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی بددعا کی۔ اسی لئے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا، وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لے کر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں۔ آپ نے اس کی گردن میں خصرہ کا طوق ڈال دیا اور اس کے لئے امن و انس کی دعا کی۔ پس وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے۔ حواریوں نے کہا کہ اے رسول اللہؐ آپ انہیں ہمارے ہاں لے چلے کہ ہم میں بیٹھ کر اور بھی باتیں ہمیں سنائیں۔ آپ نے فرمایا، یہ تمہارے ساتھ کیسے آ سکتا ہے جب کہ اس کی روزی نہیں۔ پھر فرمایا، اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہو جا، وہ اسی وقت مٹی ہو گیا۔ نوح علیہ السلام تو کشتی بنانے میں لگے اور کافروں کو ایک مذاق کا ہاتھ لگ گیا۔ وہ چلتے پھرتے انہیں چھیڑتے اور باتیں بناتے اور طعنہ دیتے کیونکہ انہیں جھوٹا جانتے تھے اور عذاب کے وعدے پر انہیں یقین نہ تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے، اچھا دل خوش کر لو۔ وقت آ رہا ہے کہ اس کا پورا بدلہ لے لیا جائے۔ ابھی جان لو گے کہ کون اللہ کے عذاب سے دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور کس پر اخروی عذاب آچھتا ہے جو کبھی مٹانے نہ ملے۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ ۖ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ  
كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ  
وَمَنْ أَمِنٌ ۚ وَمَا أَمِنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ۝

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور جلنے لگا ہم نے فرمادیا کہ اس کشتی میں ہر قسم کے جوڑے دو ہرے سوار کرا لے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی سوائے ان کے جن پر پہلے سے بات پڑ چکی ہے اور سب ایمان والوں کو بھی اُس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے ○

قوم نوح پر عذاب الہی کا نزول: ☆☆ (آیت: ۴۰) حسب فرمان ربی آسمان سے موسلا دھار لگا تار بارش برسنے لگی اور زمین سے بھی پانی ایلنے لگا اور ساری زمین پانی سے بھر گئی اور جہاں تک منظور رہا تھا پانی بھر گیا اور حضرت نوح کو رب العالمین نے اپنی نگاہوں کے سامنے چلنے والی کشتی پر سوار کر دیا۔ اور کافروں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ تنور کے ایلنے سے بقول ابن عباسؓ یہ مطلب ہے کہ روئے زمین سے چشمے پھوٹ پڑے یہاں تک کہ آگ کی جگہ تنور میں سے بھی پانی ابل پڑا۔ یہی قول جمہور سلف و خلف کا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ تنور صبح کا نکلنا اور فجر کا روشن ہونا ہے یعنی صبح کی روشنی اور فجر کی چمک لیکن زیادہ غالب پہلا قول ہے۔ مجاہد اور شعبی کہتے ہیں یہ تنور کو نے میں تھا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے ہند میں ایک نہر ہے۔ قنادہ کہتے ہیں جزیرہ میں ایک نہر ہے جسے عین الوردہ کہتے ہیں لیکن یہ سب اقوال غریب ہیں۔ الغرض ان علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی نوح علیہ السلام کو اللہ کا حکم ہوا کہ اپنے ساتھ کشتی میں جاندار مخلوق میں سے ہر قسم کا ایک ایک جوڑا از مادہ سوار کرا لو۔ کہا گیا ہے کہ غیر جاندار کے لئے بھی یہی حکم تھا۔ جیسے نباتات۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سب سے پہلے درہ کشتی میں آیا اور سب سے آخر میں گدھا سوار ہونے لگا۔ ابلیس اس کی دم میں لٹک گیا۔ جب گدھے کے دو اگلے پاؤں کشتی میں آ گئے اور اس نے اپنے پچھلا دھڑ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکا کیونکہ دم پر اس ملعون کا بوجھ تھا۔ حضرت نوح جلدی کر رہے تھے۔ یہ بہتیرا چاہتا تھا مگر پچھلے پاؤں چڑھ نہیں سکتے تھے۔ آخر آپ نے فرمایا آج تیرے ساتھ ابلیس بھی ہوا آیا۔ تب وہ چڑھ گیا اور ابلیس بھی اس کے ساتھ ہی آیا۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لے جانا مشکل ہو گیا آخر اسے بخار چڑھا آیا تب اسے سوار کر لیا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب تمام مویشی اپنی کشتی میں سوار کر لئے تو لوگوں نے کہا شیر کی موجودگی میں یہ مویشی کیسے آرام سے رہ سکیں گے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار ڈال دیا۔ اس سے پہلے زمین پر یہ بیماری نہ تھی۔ پھر لوگوں نے چوہے کی شکایت کی یہ ہمارا کھانا اور دیگر سب چیزیں خراب کر رہے ہیں تو اللہ کے حکم سے شیر کی چھینک میں سے ایک بلی نکلی جس سے چوہے دبک کر کوئے کھدرے میں بیٹھ رہے۔ حضرت نوح کو حکم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لو مگر ان میں سے جو ایمان نہیں لائے انہیں ساتھ نہ لینا۔ آپ کا لڑکا حام بھی انہیں کافروں میں تھا۔ وہ الگ ہو گیا۔ یا آپ کی بیوی کہ وہ بھی اللہ رسول کی منکر تھی۔ اور تیری قوم کے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھالے۔ لیکن ان مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کے قیام کی طویل مدت میں آپ پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کل اسی (۸۰) آدمی تھے جن میں عورتیں بھی تھیں۔<sup>①</sup> کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب بہتر اشخاص تھے۔ ایک قول ہے صرف دس آدمی تھے۔ ایک قول ہے حضرت نوحؑ تھے اور ان کے تین لڑکے تھے۔ سام، حام، یافث اور چار عورتیں تھیں۔ تین تو ان تینوں کی بیویاں اور چوتھی حام کی بیوی اور کہا گیا ہے کہ خود حضرت نوحؑ کی بیوی۔ لیکن اس میں نظر ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ حضرت نوحؑ کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھی تو جس طرح لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی اسی طرح یہ بھی۔ واللہ اعلم والحکم۔

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبَهَا وَمُرسَهَا إِنَّ رَبِّي  
لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

نوح علیہ السلام نے کہا اس کشتی میں بیٹھ جاؤ۔ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے ۝

کشتی نوح پر کون کون سوار ہوا؟ ☆ ☆ (آیت: ۴۱) حضرت نوحؑ جنہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ان سے فرمایا کہ آؤ اس میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا پانی پر چلنا اللہ کے نام کی برکت سے ہے اور اسی طرح اس کا آخری ٹھہراؤ بھی اسی پاک نام سے ہے۔ ایک قرأت میں مَجْرَهَا و مَرْسَهَا بھی ہے۔ یہی اللہ کا آپ کو حکم تھا کہ جب تم اور تمہارے ساتھی ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ تو کہنا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجَّيْنَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ اور یہ بھی دعا کرنا کہ رَبِّ اَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُّبْرَكًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ اسی لئے مستحب ہے کہ تمام کاموں کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لی جائے خواہ کشتی پر سوار ہونا ہو خواہ جانور پر سوار ہونا ہو۔ جیسے فرمان باری ہے کہ اسی اللہ نے تمہارے لئے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں اور کشتیاں اور چوپائے تمہاری سواری کے لئے پیدا کئے ہیں کہ تم ان کی پیٹھ پر سواری کرو اُنح حدیث میں بھی اس کی تاکید اور رغبت آئی ہے سورہ زخرف میں اس کا پورا بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ طبرانی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میری امت کے لئے ڈوبنے سے بچاؤ ان کے اس قول میں ہے کہ سوار ہوتے ہوئے کہہ لیں بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ پوری آیت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا و مَرْسَهَا اِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ اس دعا کے آخر میں اللہ کا وصف غفور رحیم اس لئے لائے کہ کافروں کی سزا کے مقابلے میں مومنوں پر رحمت و شفقت کا اظہار ہو۔ جیسے فرمان ہے تیرا رب جلد سزا کرنے والا اور ساتھ ہی غفور و رحیم بھی ہے۔ اور آیت میں ہے اِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلْعَاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ یعنی تیرا پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں رحمت و انتقام کا بیان ملا جلا ہے۔

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهْمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰى نُوحٌ ابْنَهٗ وَكَانَ  
فِي مَعْزِلٍ يُبْنٰى اَرْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِيْنَ ۝  
قَالَ سَاوِیْتَ اِلٰی جَبَلٍ يَّعَصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ  
الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ  
مِنَ الْمَغْرَقِيْنَ ۝

وہ کشتی انہیں لے کر موجوں میں پہاڑ کی طرح جاری تھی۔ نوحؑ نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے تھا پکار کر کہا کہ پیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ رہ ۝ اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا نوحؑ نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہوا اسی وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا ۝

(آیت: ۴۲-۴۳) پانی روئے زمین پر پھر گیا ہے، کسی اونچے سے اونچے پہاڑ کی بلند سے بلند چوٹی بھی دکھائی نہیں دیتی بلکہ پہاڑوں سے بھی اوپر پندرہ ہاتھ اور بقولے اسی میل اوپر کو ہو گیا ہے باوجود اس کے کشتی نوح بحکم اللہ برابر صحیح طور پر جا رہی ہے خود اللہ اس کا محافظ ہے۔ اور وہ خاص اس کی عنایت و مہر ہے جیسے فرمان ہے اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ اَلْیٰعْنٰی پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے آپ تمہیں کشتی میں چڑھالیا کہ ہم اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے تمہیں اس تختوں والی کشتی پر سوار کرایا اور اپنی حفاظت میں پارا تارا اور کافروں کو ان کے کفر کا انجام دکھا دیا اور اسے ایک نشان بنا دیا۔ کیا اب بھی کوئی ہے جو عبرت حاصل کرے؟ اس وقت حضرت نوحؑ نے اپنے صاحبزادے کو بلایا۔ یہ آپ کے چوتھے لڑکے تھے۔ اس کا نام حام تھا۔ یہ کافر تھا۔ اسے آپ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ایمان کی اور اپنے ساتھ بیٹھ جانے کی ہدایت کی تا کہ ڈوبنے سے اور کافروں کے عذاب سے بچ جائے۔ مگر اس بدنیت نے جواب دیا کہ نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان باراں سے بچ جاؤں گا۔ ایک اسرائیلی روایت میں ہے کہ اس نے شمش کی کشتی بنائی تھی۔ واللہ اعلم۔ قرآن میں تو یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھا کہ یہ طوفان پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچے گا۔ میں جب جا پہنچوں گا تو یہ پانی میرا کیا گاڑے گا؟ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ آج عذاب الہی سے کہیں پناہ نہیں وہی بچے گا جس پر اللہ کا رحم ہو۔ یہاں عام معصوم کے معنی میں جیسے طاعم مطعم کے معنی میں اور کاسی مکسو کے معنی میں آیا ہے یہ باتیں ہو ہی رہی ہیں جو ایک موج آئی اور پھر نوح کو لے ڈوبی۔

وَقِيلَ يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَابْلَعِي اَقْلَعِي وَغِيضَ الْمَاءِ  
وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودَى وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ  
الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾

فرما دیا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان بس کر۔ ختم جا۔ اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا ہو گیا اور کشتی جودی نامی پہاڑ پر جاگی اور فرما دیا گیا کہ انصافی کرنے والے لوگوں پر لعنت نازل ہو جو ﴿٤٤﴾

طوفان نوح علیہ السلام کی روداد: ﴿٤٢﴾ (آیت: ۴۳) روئے زمین کے سب لوگ اس طوفان میں جو درحقیقت غضب الہی اور مظلوم متغیر کی بددعا کا عذاب تھا غرق ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے زمین کو اس پانی کے نکل لینے کا حکم دیا جو اس کا اگلا ہوا اور آسمان کا برسایا ہوا تھا۔ ساتھ ہی آسمان کو بھی پانی برسانے سے رک جانے کا حکم ہو گیا۔ پانی گھٹنے لگا اور کام پورا ہو گیا، یعنی تمام کافر نابود ہو گئے صرف کشتی والے مومن ہی بچے۔ کشتی بحکم ربی جودی پر رکی۔ مجاہد کہتے ہیں یہ جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔ سب پہاڑ ڈوب دیئے گئے تھے اور یہ پہاڑ بوجہ اپنی عاجزی اور تواضع کے غرق ہونے سے بچ رہا تھا۔ یہیں کشتی نوح لنگر انداز ہوئی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں، مہینے بھر تک یہیں لگی رہی اور سب اتر گئے اور کشتی لوگوں کی عبرت کے لئے یہیں ثابت و سالم رکھی رہی، یہاں تک کہ اس امت کے اول لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط سیکنڈوں کشتیاں بنیں مگر بس بلکہ راکھ اور خاک ہو گئیں۔ خضاک فرماتے ہیں جودی نام کا پہاڑ موصل میں ہے۔ بعض کہتے ہیں، طور پہاڑ کو ہی جودی بھی کہتے ہیں۔ زبر بن جموش کو ابواب کندہ سے داخل ہو کر دائیں طرف کے زاویہ میں نماز بکثرت پڑھتے ہوئے دیکھ کر نوبہ بن سالم نے پوچھا کہ آپ جو جمعہ کے دن برابر یہاں اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ

نے جواب دیا کہ کشتی نوح ہمیں لگی تھی۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بال بچوں سمیت کل اسی آدمی تھی۔ ایک سو پچاس دن تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ شریف کی طرف کر دیا۔ یہاں وہ چالیس دن تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف روانہ کر دیا، وہاں وہ ٹھہر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوئے کو بھیجا کہ وہ خشکی کی خبر لائے۔ وہ ایک مردار کے کھانے میں لگ گیا اور دیر لگا دی آپؐ نے ایک کبوتر کو بھیجا۔ وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ اور بچوں میں مٹی لے کر واپس آیا، اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے۔ پس آپؐ جودی کے نیچے اترے اور وہیں ایک بستی کی بناؤال دی جسے ثمانین کہتے ہیں۔ ایک دن صبح کو جب لوگ جاگے تو ہر ایک کی زبان بدلی ہوئی تھی۔ ایسی زبانیں بولنے لگے جن میں سب سے اعلیٰ اور بہتر عربی زبان تھی۔ ایک کو دوسرے کا کلام سمجھنا محال ہو گیا۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب زبانیں معلوم کرا دیں۔ آپؐ ان سب کے درمیان مترجم تھے۔ ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیتے تھے۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ کشتی نوح مشرق مغرب کے درمیان چل پھر رہی تھی۔ پھر جودی پر ٹھہر گئی۔ حضرت قتادہؓ وغیرہ فرماتے ہیں رجب کی دسویں تاریخ مسلمان اس میں سوار ہوئے تھے پانچ ماہ تک اسی میں رہے۔ انہیں لے کر کشتی جودی پر پہنچے پھر تک ٹھہری رہی۔ آخر محرم کے عاشورے کے دن وہ سب اس میں سے اترے۔ اسی قسم کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن جریر میں ہے انہوں نے اس دن روزہ بھی رکھا۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ہے کہ نبی ﷺ نے چند یہودیوں کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دریا سے پارا تار تھا اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تھا۔ اور اسی دن کشتی نوح جودی پر لگی تھی۔ پس ان دونوں پیغمبروں نے شکر الہی کا روزہ اس دن رکھا تھا۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا، پھر موسیٰ علیہ السلام کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں اور اس دن کے روزے کا میں زیادہ مستحق ہوں۔ پس آپؐ نے اس دن کا روزہ رکھا اور اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ تم میں سے جو آج روزے سے ہو، وہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جو ناشتہ کر چکا ہو، وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے۔ یہ روایت اس سند سے تو غریب ہے لیکن اس کے بعض حصے کے شاہد صحیح حدیث میں بھی موجود ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ظالموں کو خسارہ ہلاکت اور رحمت حق سے دوری ہوئی۔ وہ سب ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک ٹھہرے۔ آپؐ نے ایک درخت بوایا تھا جو سو سال تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا۔ پھر اسے کاٹ کر تختہ بنا کر کشتی بنائی شروع کی۔ کافر لوگ مذاق اڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے؟ آپؐ جواب دیتے تھے کہ عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جب آپؐ بنا چکے اور پانی زمیں سے اٹلے اور آسمان سے برسنے لگا اور گلیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچے کی ماں جسے اپنے اس بچے سے غایت درجے کی محبت تھی، وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا، تنہائی جسے پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اور اوپر کو چڑھی۔ دو تنہائی تک پہنچی جب پانی وہاں بھی پہنچا تو اس نے چوٹی پر جا کر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا۔ جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اونچا اٹھالیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا اور ماں بچہ دونوں غرق ہو گئے۔ پس اگر اس دن کوئی کافر بھی بچنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے کہ کعب احبار اور ابن جبیر سے بھی اس بچے اور اس

کی ماں کا یہی قصہ مروی ہے۔

وَنَادَىٰ نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ  
وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكَمِينَ ﴿٤٦﴾ قَالَ يُنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ  
مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ  
لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٤٧﴾ قَالَ  
رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا  
تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٤٨﴾

نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہنے لگا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھروالوں میں سے ہے یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے۔ اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے ○ اللہ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے کے لوگوں میں نہیں ہے اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز اس چیز کو نہ مانگنا چاہئے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو میں تجھے سچے سچے سمجھاتا ہوں کہ تو جاہلوں میں اپنا شمار کرانے سے باز رہے ○ کہنے لگا میرے پالنے والے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا علم ہی نہ ہو۔ اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں تو خرابی والوں میں ہو جاؤں گا ○

نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لیے نجات کی دعا اور جواب: ☆ ☆ (آیت: ۴۵-۴۷) یاد رہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی محض اس غرض سے تھی کہ آپ کو صحیح طور پر اپنے ڈوبے ہوئے لڑکے کا حال معلوم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بھی ظاہر ہے کہ میرا لڑکا میری اہل میں سے تھا۔ اور میری اہل کو بچانے کا تیرا وعدہ تھا اور یہ بھی ناممکن کہ تیرا وعدہ غلط ہو۔ پھر یہ میرا بچہ کفار کے ساتھ کیسے فرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تیری جس اہل کو نجات دینے کا میرا وعدہ تھا ان میں تیرا یہ بچہ داخل نہ تھا میرا یہ وعدہ ایمانداروں کی نجات کا تھا۔ میں کہہ چکا تھا کہ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ یعنی تیری اہل کو بھی تو کشتی میں چڑھا لے مگر جس پر میری بات بڑھ چکی ہے۔ یہ بوجہ اپنے کفر کے انہی میں سے تھا جو میرے سابق علم میں کفر والے اور ڈوبنے والے مقرر ہو چکے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جن بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا ہی نہیں کیونکہ آپ کے لطف سے نہ تھا۔ بلکہ بدکاری سے تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی کا اگلے گھر کا لڑکا تھا۔ یہ دونوں قول غلط ہیں بہت سے بزرگوں نے صاف لفظوں میں اسے غلط کہا ہے بلکہ ابن عباسؓ اور بہت سے سلف سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی۔

پس یہاں اس فرمان سے کہ وہ تیری اہل میں سے نہیں یہی مطلب ہے کہ تیری جس اہل کی نجات کا میرا وعدہ ہے یہ ان میں سے نہیں۔ یہی بات سچ ہے اور یہی قول اصلی ہے۔ اس کے سوا اور طرف جانا محض غلطی ہے اور ظاہر خطا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس بات کو قبول نہیں کر سکتی کہ اپنے کسی نبی کے گھر میں زانیہ عورت دے۔ خیال فرمائیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جنہوں نے بہتان بازی کی تھی ان پر اللہ تعالیٰ کس قدر غضبناک ہوا؟ اس لڑکے کے اہل میں سے نکل جانے کی وجہ خود قرآن نے بیان فرمادی ہے کہ اس کے عمل نیک نہ تھے۔ عکرمہ فرماتے ہیں ایک قرات إِنَّهُ عَمِلَ غَمَلًا غَيْرَ صَالِحٍ ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں میں نے



رسول اللہ ﷺ کو اِنَّہٗ عَمِلَ غَيْرُ صَالِحٍ پڑھتے سنا ہے اور يٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَرُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اِلٰیْکُمْ پڑھتے سنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے سوال ہوا کہ فَخَانَتْهُمَا کا کیا مطلب ہے؟

آپؐ نے فرمایا اس سے مراد زنا نہیں بلکہ حضرت نوح کی بیوی کی خیانت تو یہ تھی کہ لوگوں سے کہتی تھی یہ مجنون ہے۔ اور حضرت لوط کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جو مہمان آپؐ کے ہاں آتے اپنی قوم کو خبر کر دیتی۔ پھر آپؐ نے آیت اِنَّہٗ عَمِلَ غَيْرُ صَالِحٍ پڑھی۔ حضرت سعید بن جبیرؓ سے جب حضرت نوح کے لڑکے کے بارے میں سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا اللہ سچا ہے اس نے اسے حضرت نوح کا لڑکا فرما دیا ہے۔ پس وہ یقیناً حضرت نوح کا ثابت النسب لڑکا ہی تھا۔ دیکھو اللہ فرماتا ہے وَنَادٰی نُوْحٌ اِبْنَهٗ اُوْدَیْہِ یٰاُدَیْہِ کہ بعض علماء کا قول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی۔ ایسا ہی حضرت مجاہد سے مروی ہے۔ اور یہی ابن جریرؓ کا پسندیدہ ہے۔ اور فی الواقع ٹھیک اور صحیح بات بھی یہی ہے۔

قَالَ لِيُوحُ اٰهِيْطْ بِسَلَمٍ مِّنَّا وَبَرَكَتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰی اُمَمٍ مِّنْ مَّعَكَ  
وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾

فرمادیا گیا کہ اے نوح ہماری طرف کی سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ کی بہت سی جماعتوں پر اور بہت سی وہ امتیں ہونگی جنہیں ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا ○

طوفان نوحؑ کا آخری منظر: ☆☆ (آیت: ۲۸) کشتی ٹھہری اور اللہ کا سلام آپؑ پر اور آپؑ کے تمام مومن ساتھیوں پر اور ان کی اولاد میں سے قیامت تک جو ایماندار آنے والے ہیں سب پر نازل ہوا۔ ساتھی کافروں کے دنیوی فائدے سے مستفید ہونے اور پھر عذاب میں گرفتار ہونے کا بھی اعلان ہوا۔ پس یہ آیت قیامت تک کے مومنوں کی سلامتی اور برکت اور کافروں کی سزا پر مبنی ہے۔ امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب جناب باری جل شانہ نے طوفان بند کرنے کا ارادہ فرمایا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور اس کا ابلنا بند ہو گیا۔ ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جواب تک پانی برسا رہے تھے بند کر دیئے گئے۔ زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا اور بقول اہل توراۃ کے ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کشتی نوح جودی پر لگی۔ دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں کھل گئیں۔ اس کے چالیس دن کے بعد کشتی کے روزن پانی کے اوپر دکھائی دینے لگے۔ پھر آپؑ نے کوئے کو پانی کی تحقیق کے لئے بھیجا لیکن وہ پلٹ کر نہ آیا۔ آپؑ نے کبوتر کو بھیجا جو واپس آیا۔ اپنے پاؤں رکھنے کو اسے جگہ نہ ملی آپؑ نے اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اندر لے لیا۔ پھر سات دن کے بعد اسے دوبارہ بھیجا۔ شام کو وہ واپس آیا اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لئے ہوئے تھا۔ اس سے اللہ کے نبی نے معلوم کر لیا کہ پانی زمین سے کچھ ہی اونچا رہ گیا ہے۔ پھر سات دن کے بعد بھیجا۔ اب کی مرتبہ وہ نہ لوٹا تو آپؑ نے سمجھ لیا کہ زمین بالکل خشک ہو چکی۔

الغرض پورے ایک سال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کا سرپوش اٹھایا اور آواز آئی کہ اے نوح ہماری نازل کردہ سلامتی کے ساتھ اب اتر آؤ۔ الخ۔

تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا  
 قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا فَاصْبِرْ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَإِلَى  
 عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ  
 غَيْرُهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝ يَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا  
 إِنْ أَجَرْتُمْنِي إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَل يَقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا  
 رَبَّكُمْ ثُمَّ تَوَبُّوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ  
 قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

یہ خبریں غیب کی خبروں میں ہیں جن کی وحی ہم تیری طرف کرتے ہیں انھیں اس سے پہلے نہ تو جانتا تھا نہ تیری قوم پس تو صبر کر تا رہے یقیناً مان کہ انجام کار پر ہمیز  
 گاروں کے لئے ہی ہے ○ عاد یوں کی طرف ان کے بھائی ہود کو ہم نے بھیجا اس نے کہا میری قوم والہ اللہ ہی کی عبادت کیا کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم تو  
 صرف بہتان بازی کر رہے ہو ○ میرے قومی بھائی میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں چاہتا میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا پھر بھی تم عقل  
 سے کام نہیں لینے کے ○ اے میری قوم کے لوگو تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو تا کہ وہ برے والے بدل تم  
 پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت قوت بڑھادے۔ تم باوجود گنہگار ہونے کے روگردانی نہ کرو ○

یہ تاریخ ماضی وحی کے ذریعہ بیان کی گئی: ☆ ☆ (آیت: ۳۹) قصہ نوح اور اسی قسم کے گذشتہ واقعات وہ ہیں جو تیرے سامنے نہیں  
 ہوئے لیکن بذریعہ وحی کے ہم تجھے ان کی خبر کر رہے ہیں اور تو لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت اس طرح کھول رہا ہے کہ گویا ان کے ہونے  
 کے وقت تو وہیں موجود تھا۔ اس سے پہلے نہ تو تجھے ہی ان کی کوئی خبر تھی نہ تیری قوم میں سے کوئی اور ان کا علم رکھتا تھا کسی کو بھی گمان ہو کہ شاید  
 تو نے اس سے سیکھ لئے ہوں۔ پس صاف بات ہے کہ یہ اللہ کی وحی سے تجھے معلوم ہوئے۔ اور ٹھیک اسی طرح جس طرح اگلی کتابوں میں  
 موجود ہیں۔ پس اب تجھے ان کے ستانے جھٹلانے پر صبر و برداشت کرنا چاہئے۔ ہم تیری مدد پر ہیں۔ تجھے اور تیرے تابعداروں کو ان پر غلبہ  
 دیں گے انجام کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے۔ یہی طریقہ اور پیغمبروں کا بھی رہا۔

قوم ہود کی تاریخ: ☆ ☆ (آیت: ۵۰-۵۲) اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا انہوں نے  
 قوم کو اللہ کی توحید کی دعوت دی۔ اور اس کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ سے روکا۔ اور بتلایا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی پوجا خود تم نے گھڑ لی ہے۔  
 بلکہ ان کے نام اور وجود تمہارے خیالی ڈھکوسلے ہیں۔ ان سے کہا کہ میں اپنی اس نصیحت کا کوئی بدلہ اور معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ثواب  
 میرا رب مجھے دے گا جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم یہ موٹی سی بات بھی عقل میں نہیں لاتے؟ کہ یہ دنیا آخرت کی بھلائی کی تمہیں راہ  
 دکھانے والا ہے اور تم سے کوئی اجرت طلب کرنے والا نہیں۔ تم استغفار میں لگ جاؤ گذشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ اور  
 توبہ کرو۔ آئندہ کے لئے گناہوں سے رک جاؤ۔ یہ دونوں باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کرتا ہے۔ اس کا کام اس  
 پر اہل کرتا ہے۔ اس کی نشانی کی حفاظت کرتا ہے۔ سنوایا کرنے سے تم پر باتیں برابر عمدہ اور زیادہ برسین گی اور تمہاری قوت و طاقت میں دن

دونی رات جوگنی برکتیں ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے، جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے۔ ہرنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی تو ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے بھی خواب خیال میں بھی نہ ہو۔

قَالُوا يَهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ  
وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝۵۱ اِنْ تَقُولُ اِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا  
بِسُوِّهِ قَالِ اِنِّي اَشْهَدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْا اَنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تَشْرِكُوْنَ ۝۵۲  
مِنْ دُوْنِهِ فَاكِيدُوْنِيْ جَمِيعًا تَمَّ لَا تَنْظُرُوْنَ ۝۵۳ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى  
اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اخِذٌ بِعَصِيَّتِهَا اِنَّ رَبِّيْ  
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۵۴

وہ کہنے لگے اے ہود تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا یا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں ○ بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود کے برے چھپے میں آ گیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ ہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک رب بنا رہے ہو ○ اچھا تم سب مل کر میرے حق میں ہدی کر لو اور مجھے بالکل ہی مہلت نہ دو ○ میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے، جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں وہی تھامے ہوئے ہے یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے ○

قوم ہود کے مطالبات: ☆ ☆ (آیت: ۵۳-۵۶) قوم ہود نے اپنے نبی علیہ السلام کی نصیحت سن کر جواب دیا کہ آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلارہے ہیں اس کی کوئی دلیل و حجت تو ہمارے پاس آپ لائے نہیں۔ اور یہ ہم کرنے سے رہے کہ آپ کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور ہم چھوڑ ہی دیں۔ نہ ہم آپ کو سچا ماننے والے ہیں نہ آپ پر ایمان لانے والے۔ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ چونکہ تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے اور انہیں عیب لگاتا ہے اس لئے جھنجھلا کر ان میں سے کسی کی مارتھ پر پڑی ہے۔ تیری عقل چل گئی ہے۔ یہ سن کر اللہ کے نبی نے فرمایا، اگر یہی ہے تو سنو میں نہ صرف تمہیں ہی بلکہ اللہ کو بھی گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے۔ سب سے بری اور بے زار ہوں۔ اب تم ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی بلا لو اور اپنے ان سب جھوٹے معبودوں کو بھی ملا لو۔ اور تم سے جو ہو سکے مجھے نقصان پہنچا دو۔ مجھے کوئی مہلت نہ لینے دو۔ نہ مجھ پر کوئی ترس کھاؤ۔ جو نقصان تمہارے بس میں ہو مجھے پہنچانے میں کمی نہ کرو۔ میرا تو کل ذات رب پر ہے۔ وہ میرا اور تمہارا سب کا مالک ہے۔ ناممکن ہے کہ اس کی نشاء بغیر میرا بگاڑ کوئی بھی کر سکے۔ دنیا بھر کے جاندار اس کے قبضے میں اور اس کی ملکیت میں ہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے حکم سے باہر اس کی بادشاہی سے الگ ہو۔ وہ ظالم نہیں جو تمہارے منصوبے پورے ہونے دے۔ وہ صحیح راستے پر ہے۔ بندوں کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں، مومن پر وہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جو مہربانی ماں باپ کو اولاد پر ہوتی ہے۔ وہ کریم ہے اس کے کرم کی کوئی حد نہیں۔ اسی وجہ سے بعض لوگ بہک جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں حضرت ہود علیہ السلام کے اس فرمان پر دوبارہ غور کیجئے کہ آپ نے عادیوں کے لئے اپنے اس قول میں تو حیدر بانی کی بہت سی دلیلیں بیان کر دیں۔ بتا دیا کہ جب اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جب اس کے سوا کسی چیز پر کسی کا قبضہ نہیں تو پھر وہی ایک مستحق عبادت ٹھہرا۔ اور جن کی عبادت تم اس کے سوا کر رہے ہو وہ سب باطل ٹھہرے۔ اللہ ان سے پاک ہے ملک، تصرف، قبضہ اختیار اسی کا ہے۔

سب اسی کی ماتحتی میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيزٌ ﴿٥٧﴾  
وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَنَجَّيْنَاهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ آيَاتُ جَحْدُوا بِأَيِّ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾  
وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ إِلَّا إِيَّاكَ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا بَعْدًا لِّعَادِ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾

پس اگر تم روگردانی کر لو تو کرلو۔ میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو دیکر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا۔ میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے ○ جب ہمارا حکم پہنچا ہم نے ہودؑ اور اس کے مسلمان ساتھیوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی اور ہم نے ان سب کو سخت عذاب سے بال بال بچالیا ○ یہ تھے عادی جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کر دیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش مخالف کے حکم کی تابعداری کی ○ دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ دیکھ لو قوم عاد نے اپنے رب سے کفر کیا ہود کی قوم کے عادیوں پر لعنت ہو ○

ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب ☆ ☆ (آیت: ۵۷-۶۰) حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنا کام تو میں پورا کر چکا اللہ کی رسالت تمہیں پہنچا چکا اب اگر تم منہ موڑ لو اور نہ مانو تو تمہارا وبال تم پر ہی ہے نہ کہ مجھ پر۔ اللہ کو قدرت ہے کہ وہ تمہاری جگہ انہیں دے جو اس کی توحید کو مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔ اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ تمہارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں دینے کا۔ بلکہ اس کا وبال تم پر ہی ہے۔ میرا رب بندوں پر شاہد ہے۔ ان کے اقوال و افعال اس کی نگاہ میں ہیں۔ آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ خیر و برکت سے خالی عذاب و سزا سے بھری ہوئی آندھیاں ان پر چلنے لگیں۔

اس وقت حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی جماعت مسلمین اللہ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے نجات پا گئے۔ سزاؤں سے بچ گئے۔ سخت عذاب ان پر مٹا دیا گیا۔ یہ تھے عادی جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اللہ کے پیغمبروں کی مان کر نہ دی۔ یہ یاد رہے کہ ایک نبی کا نافرمان کل نبیوں کا نافرمان ہے۔ یہ انہی کی مانند رہے جو ان میں ضدی اور سرکش تھے۔ اللہ کی اور اس کے مومن بندوں کی لعنت ان پر برس پڑی۔ اس دنیا میں بھی ان کا ذکر لعنت سے ہونے لگا اور قیامت کے دن بھی میدان محشر میں سب کے سامنے ان پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اور پکار دیا جائے گا کہ عادی اللہ کے منکر ہیں۔ حضرت سدی کا قول ہے کہ ان کے بعد جتنے نبی آئے سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے۔ ان کی زبانی اللہ کی لعنتیں بھی ان پر ہوتی رہیں۔

وَالِی ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَاحِبًا قَالَ یَقُومِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَکُمْ  
 مِنْ إِلَهِ غَیْرِهِ هُوَ أَنْشَأَکُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَکُمْ فِیْهَا  
 فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تَوَبُّوا إِلَیْهِ إِنَّ رَبِّی قَرِیْبٌ مُجِیْبٌ ۝ قَالَُوا  
 یُصْلِحْ قَدْ کُنْتَ فِینَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهِنَا أَنْ نَعْبُدَ مَا یَعْبُدُ  
 آبَاؤُنَا وَإِنَّا لَفِی شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۝ قَالَ یَقُومِ  
 أَرَأَیْتُمْ إِنْ کُنْتُ عَلَىٰ بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ وَآتَنِی مِنْهُ رَحْمَةً  
 فَمَنْ یَنْصُرُنِی مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصِیْتُهُ فَمَا تَزِیدُونِی غَیْرَ تَخْسِیرٍ ۝

ثمود یوں کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے۔ پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو بے شک میرا رب سب کے پاس ہی ہے اور ہے بھی دعاؤں کا قبول کرنے والا ۝ وہ کہنے لگے اے صالح اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے۔ کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے؟ ہمیں تو اس دین میں شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے۔ ہم تمہیں ہیں ۝ اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو ذرا امتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت عطا کی ہوئی ہوئی پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے؟ تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو ۝

صالح علیہ السلام اور ان کی قوم میں مکالمات: ☆☆ (آیت: ۶۱) حضرت صالح علیہ السلام ثمود یوں کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قوم کو آپ نے اللہ کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے باز آنے کی نصیحت کی۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مٹی سے شروع کی ہے۔ تم سب کے باپ باوا آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی نے اپنے فضل سے تمہیں زمین پر بسایا ہے کہ تم اس میں گزران کر رہے ہو۔ تمہیں اللہ سے استغفار کرنا چاہئے۔ اس کی طرف جھکے رہنا چاہئے۔ وہ بہت ہی قریب ہے۔ اور قبول فرمانے والا ہے۔

باپ دادا کے معبود ہی ہم کو پیارے ہیں: ☆☆ (آیت: ۶۲-۶۳) حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس کا بیان ہو رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو یہ بات زبان سے نکال۔ اس سے پہلے تو ہماری بہت کچھ امیدیں تجھ سے وابستہ تھیں لیکن تو نے ان سب پر پانی پھیر دیا۔ ہمیں پرانی روش اور باپ دادا کے طریقے اور پوجا پاٹ سے ہٹانے لگا۔ ہمیں تو تیری اس نئی رہبری میں بہت بڑا شک شبہ ہے۔ آپ نے فرمایا سنو میں اعلیٰ دلیل پر ہوں۔ میرے پاس میرے رب کی نشانی ہے مجھے اپنی سچائی پر دلی اطمینان ہے۔ میرے پاس اللہ کی رسالت کی رحمت ہے۔ اب اگر میں تمہیں اس کی دعوت نہ دوں اور اللہ کی نافرمانی کروں اور اس کی عبادت کی طرف تمہیں نہ بلاؤں تو کون ہے جو میری مدد کر سکے؟ اور اللہ کے عذاب سے مجھے بچا سکے؟ میرا ایمان ہے کہ مخلوق میرے کام نہیں آ سکتی تم میرے لئے محض بے سود ہو۔ سوائے نقصان کے تم مجھے اور کیا دے سکتے ہو۔

وَلَيَقَوْمٌ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ  
وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ۝۱۵ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ  
تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝۱۶  
فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا  
وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝۱۷ وَ أَخَذَ  
الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جِثِينَ ۝۱۸ كَانُوا  
لَمْ يَخْنُوا فِيهَا إِلَّا أَنْ تَمُودًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِمُؤَدِّ ۝۱۹  
وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ  
فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ۝۲۰

میری قوم والویہ ہے اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے۔ اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ فوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا ○ پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر اسے مار ڈالا اس پر صالح نے کہا کہ اچھا اب تم اپنے گھروں میں تین دن تک تو رہ سہہ لو۔ یہ وعدہ جھوٹا نہیں ہے ○ پھر جب ہمارا فرمان آ پہنچا ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنے فضل سے اس سے بھی بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی یقیناً تیرا پروردگار ہی نہایت توانا اور غالب ہے ○ ظالموں کو بڑے زور کی کڑک نے آدو بوجا۔ پھر تو وہ اپنے گھروں میں زنانوں کے بل مردہ پڑے ہوئے رہ گئے ○ ایسے کہ گویا وہاں کبھی آباد ہی نہ تھے آگاہ رہو کہ ثمودیوں نے اپنے رب سے کفر کیا، من لوان ثمودیوں پر پھٹکا رہے ○ ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر پہنچے اور سلام کہا۔ اس نے بھی جواب سلام دیا اور بغیر کسی دیر کے گائے کے بچے کا بھنا ہوا گوشت لے آیا ○

(آیت ۶۲-۶۸) ان تمام آیتوں کی پوری تفسیر اور ثمودیوں کی ہلاکت کے اور اونٹنی کے مفصل واقعات سورہ اعراف میں بیان ہو

چکے ہیں۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

ابراہیم علیہ السلام کو بشارت اولاد اور فرشتوں سے گفتگو: ☆☆ (آیت: ۶۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لے کر اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ وہ آکر سلام کرتے ہیں۔ آپ ان کے جواب میں سلام کہتے ہیں۔ اس لفظ کو پیش سے کہنے میں علم بیان کے مطابق ثبوت و دوام پایا جاتا ہے۔ سلام کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے مہمان داری پیش کرتے ہیں۔ پچھڑے کا گوشت جسے گرم پتھروں پر سینک لیا گیا تھا لاتے ہیں۔ جب دیکھا کہ ان نووارد مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے ہی نہیں اس وقت ان سے کچھ بدگمان سے ہو گئے اور کچھ دل میں خوف کھانے لگے۔



فَلَمَّا رَأَىٰ أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ  
 قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ لُّوطٍ ۖ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ  
 فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَقَ ۗ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَقَ يَعْقُوبَ ۗ  
 قَالَتْ يَوَيْلَتِي ۖ أَلِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا بَعْلِي شَيْخًا ۚ إِنَّ  
 هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۗ قَالُوا اتَّعَجِبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحِمَتُ  
 اللَّهُ وَبَرَكَتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ۗ

اب جو دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ اسے نہیں لگ رہے تو انھیں انجان پا کر دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگا انھوں نے کہا ڈر نہیں۔ ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ○ اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس دی تو ہم نے اسے اسحاق کی۔ اور اسحق کے پیچھے یعقوب کی خوشخبری دی ○ وہ کہنے لگی آہ میرے ہاں کیسے اولاد ہو سکتی ہے؟ میں آپ پوری بڑھیا اور یہ ہیں میرے خاوند بھی بہت بڑی عمر کے یہ تو یقیناً بہت بڑے تعجب کی چیز ہے ○ فرشتوں نے کہا کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے۔ تم پر اسے اس گھر کے لوگوں اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ بے شک اللہ سزاوارحمد و ثناء اور بڑی بزرگیوں والا ہے ○

(آیت: ۷۱-۷۳) حضرت سدیٰ فرماتے ہیں کہ ہلاکت قوم لوط کے لئے جو فرشتے بھیجے گئے وہ بصورت نوجوان انسان زمین پر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پر اترے آپ نے انہیں دیکھ کر بڑی تکریم کی جلدی جلدی اپنا بچھڑا لے کر اس کو گرم پتھروں پر سینک کر لا حاضر کیا اور خود بھی ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہؑ کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کھانے سے رکے اور کہنے لگے ابراہیم ہم جب تلک کسی کھانے کی قیمت نہ دے دیں کھانا نہیں کرتے آپ نے فرمایا ہاں قیمت دے دیجئے۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا قیمت ہے آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا اور کھانا کھا کر الحمد للہ کہنا۔ یہی اس کی قیمت ہے۔ اس وقت حضرت جبریلؑ کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ فی الواقع یہ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا خلیل بنائے۔ اب بھی جو انہوں نے کھانا شروع نہ کیا تو آپ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگے۔ حضرت سارہؑ نے دیکھا کہ خود حضرت ابراہیمؑ ان کے اکرام میں یعنی ان کے کھلانے کی خدمت میں ہیں تاہم وہ کھانا نہیں کھاتے تو ان مہمانوں کی اس عجیب حالت پر انہیں بیساختہ ہنسی آ گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کو خوف زدہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا! آپ خوف نہ کیجئے۔ اب دہشت دور کرنے کے لئے اصلی واقعہ کھول دیا کہ ہم کوئی انسان نہیں فرشتے ہیں۔ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ انہیں ہلاک کریں۔

حضرت سارہؑ کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر نے خوش کر دیا۔ اسی وقت انہیں ایک دوسری خوشخبری بھی ملی کہ اس ناامیدی کی عمر میں تمہارے ہاں بچہ ہوگا۔ انہیں یہ بھی تعجب تھا کہ جس قوم پر اللہ کا عذاب اتر رہا ہے وہ پوری غفلت میں ہے۔ الغرض فرشتوں نے آپ کو اسحاق نامی بچہ پیدا ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر اسحاق کے ہاں یعقوب کے ہونے کی بھی ساتھ ہی خوشخبری سنائی۔ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تو بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی ان کے ہاں بھی اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ سن کر حضرت سارہ علیہ السلام نے عورتوں کی عام عادت کے مطابق اس پر تعجب ظاہر کیا کہ میاں بیوی دونوں کے اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں اولاد کیسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا! امر اللہ میں کیا

حیرت؟ تم دونوں کو اس عمر میں ہی اللہ بنا دے گا گو تم سے آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اور تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے لیکن اللہ کی قدرت میں کمی نہیں۔ وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے اے نبی گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی بکریں ہیں، تمہیں اس کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا  
فِي قَوْمٍ لُّوطٍ ۖ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ۖ يَا إِبْرَاهِيمُ  
أَعِزُّ عَنْ هَذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ لَأْتِيهِمْ  
عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۖ

جب ابراہیم کا ذر خوف جاتا رہا اور اسے بشارت بھی پہنچ چکی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں کہنے سننے لگ گیا ○ یقیناً ابراہیم بہت خصل والا نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والا تھا ○ اے ابراہیم اس خیال کو چھوڑ دے تیرے رب کا حکم آپہنچا ہے ان پر نہ لوٹنا جانے والا عذاب ضرور آنے والا ہے ○

حضرت ابراہیمؑ کی بردباری اور سفارش: ☆☆ (آیت: ۷۴-۷۶) مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کے دل میں جو دہشت سائی تھی ان کا حال کھل جانے پر وہ دور ہو گئی۔ پھر آپؑ نے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوش خبری بھی سن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں تو آپؑ فرمانے لگے کہ اگر کسی بستی میں تین سوموسن ہوں، کیا پھر بھی وہ بستی ہلاک کی جائے گی؟ حضرت جبریل علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ اگر چالیس ہوں؟ جواب ملا پھر بھی نہیں۔ دریافت کیا اگر تیس ہوں؟ کہا گیا پھر بھی نہیں۔ یہاں تک کہ تعداد گھٹاتے گھٹاتے پانچ کی بابت پوچھا، فرشتوں نے یہی جواب دیا۔ پھر ایک ہی کی نسبت سوال کیا اور یہی جواب ملا تو آپؑ نے فرمایا، پھر اس بستی کو حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی میں تم کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا، ہمیں وہاں حضرت لوطؑ کی موجودگی کا علم ہے۔ اسے اور اس کے اہل خانہ کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے۔ اب آپؑ کو اطمینان ہوا اور خاموش ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ بردبار نرم دل اور رجوع رہنے والے تھے اس آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بہترین صفات بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس گفتگو اور سفارش کے جواب میں فرمان باری ہوا کہ اب آپؑ اس سے چشم پوشی کیجئے۔ قضاء حق نافذ و جاری ہو گئی۔ اب عذاب آنے کا اور وہ لوٹنا یا نہ جائے گا۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِئًا بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ  
هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۖ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ  
كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۖ قَالَ لِقَوْمٍ أَهْوَلًا مِنْكُمْ هُنَّ  
أَظْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزَوْا فِي صِيفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ  
رَجُلٌ رَشِيدٌ ۖ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ۖ  
وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۖ

جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہو گیا اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا اور کہنے لگا کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے ○ اس کی قوم دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ پہنچی وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی لوط نے کہا اے قوم کے لوگو یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لئے بہت پاکیزہ ہیں۔ اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں ○ انھوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری لڑکیوں کی کوئی حاجت نہیں تو ہماری اصلی حاجت سے بخوبی واقف ہے ○

حضرت لوط علیہ السلام کے گھر فرشتوں کا نزول ☆ ☆ (آیت: ۷۷-۷۹) حضرت ابراہیمؑ کو یہ فرشتے اپنا بھید بتا کر وہاں سے چل دیئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی زمین میں یا ان کے مکان میں پہنچے۔ امر دو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے تاکہ قوم لوط کی پوری آزمائش ہو جائے، حضرت لوط ان مہمانوں کو دیکھ کر قوم کی حالت سامنے رکھ کر شٹا گئے دل ہی دل میں بیچ و تاب کھانے لگے کہ اگر انہیں مہمان بناتا ہوں تو ممکن ہے خبر پا کر لوگ چڑھ دوڑیں اور اگر مہمان نہیں رکھتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے زبان سے بھی نکل گیا کہ آج کا دن بڑا ہیبت ناک دن ہے۔ قوم والے اپنی شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ کیا ہوگا؟ قہارؑ فرماتے ہیں۔ حضرت لوط اپنی زمین میں تھے کہ یہ فرشتے بصورت انسان آئے اور ان کے مہمان بنے۔ شرما شرمی انکار تو نہ کر سکے اور انہیں لے کر گھر چلے راستے میں صرف اس نیت سے کہ یہ اب بھی واپس چلے جائیں ان سے کہا کہ واللہ یہاں کے لوگوں سے زیادہ برے اور خبیث لوگ اور کہیں نہیں ہیں۔ کچھ دور جا کر پھر یہی کہا۔ غرض گھر پہنچنے تک چار بار یہی کہا۔ فرشتوں کو اللہ کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تک ان کا نبی ان کی برائی نہ بیان کرے انہیں ہلاک نہ کرنا۔

سدیؑ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے چل کر دو پہر کو یہ فرشتے نہر سدوم پہنچے۔ وہاں حضرت لوطؑ کی صاحبزادی جو پانی لینے گئی تھیں، مل گئیں، ان سے انہوں نے پوچھا کہ یہاں ہم کہیں ٹھہر سکتے ہیں؟ اس نے کہا۔ آپ یہیں رکئے۔ میں واپس آ کر جواب دوں گی۔ انہیں ڈر لگا کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہوگی۔ یہاں آ کر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردیسی نوعمر لوگ ہیں، میں نے تو آج تک نہیں دیکھے۔ جاؤ اور انہیں ٹھہراؤ ورنہ قوم والے انہیں ستائیں گے۔ اس بستی کے لوگوں نے حضرت لوطؑ سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھہرایا نہ کرو۔ ہم آپ سب کچھ کر لیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سنی تو جا کر چپکے سے انہیں اپنے گھر لے آئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپؑ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی اسی کے ذریعہ بات پھوٹ نکلی۔ اب کیا تھا۔ دوڑے بھاگے آ گئے جسے دیکھو خوشیاں منانا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے، ان کی تو یہ خو خصلت ہو گئی تھی اس سیاہ کاری کو تو گویا انہوں نے عادت بنا لیا تھا۔ اس وقت اللہ کے نبی انہیں نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بدخصلت کو چھوڑو۔ اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو۔ بناتی یعنی میری لڑکیاں۔ اس لئے فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی ایک اور آیت میں ہے کہ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے ہی آپ کو منع کر چکے تھے کہ کسی کو اپنے ہاں نہ ٹھہرایا کرو۔ حضرت لوطؑ نے انہیں سمجھایا اور دنیا و آخرت کی بھلائی انہیں سمجھائی اور کہا کہ عورتیں ہی اس بات کے لئے موزوں ہیں۔ ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ سمجھا جائے کہ آپؑ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا نہیں بلکہ نبی اپنی پوری امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قہارؑ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام ابن جریجؒ فرماتے ہیں یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت لوطؑ نے عورتوں سے بے نکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔ نہیں مطلب آپؑ کا ان سے نکاح کر لینے کے حکم کا تھا۔ فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو میرا کہا مانو عورتوں کی طرف رغبت کرو ان سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو۔ مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں میری عزت کا خیال کرو۔ کیا تم میں

ایک بھی سمجھدار نیک راہ یافتہ بھلا آدمی نہیں۔ اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ یہاں بھی بناتک یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا ہے پھر جھگڑا اور نصیحت بے سود ہے۔

قَالَ لَوَاتِّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ  
قَالُوا يَلُوْطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ  
بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرَاتُكُ إِنَّهُ  
مُصِيبُهُمَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ  
بِقَرِيبٍ

لوٹنے کا کہنا کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط آسے کی پناہ میں ہوتا اب فرشتوں نے کہا اے لوٹو ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔ تاہم کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں۔ پس تو اپنے والوں کو لے کر کچھ رات رہنے نکل کھڑا ہو۔ تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ جبر تیری بیوی کے اے ابھی وہی پہنچے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے کیا صبح بالکل نزدیک ہی نہیں؟ ○

لوٹو علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوتا ہے: ☆☆ (آیت: ۸۰-۸۱) حضرت لوٹ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی تو انہیں دھمکایا کہ اگر مجھ میں قوت طاقت ہوتی یا میرا کنبہ قبیلہ زوردار ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت ہو لوٹ علیہ السلام پر کہ وہ زور آور قوم کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ مراد اس سے ذات اللہ تعالیٰ عز وجل ہے۔ آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا وہ اپنے آبائی وطن میں ہی بھیجا گیا۔ ان کی اس افسردگی کا ملال اور سخت تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے اپنے آپ کو ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے نکل جائے۔ خود ان سب کے پیچھے رہے۔ اور سیدھے اپنی راہ چلے جائے۔ قوم والوں کی آہ و بکا پان کے چیخنے چلانے پر تمہیں مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہئے۔ پھر اس اثبات سے حضرت لوٹ کی بیوی کا استنسا کر لیا کہ وہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکے گی۔ وہ عذاب کے وقت قوم کی ہائے وائے سن کر مڑ کر دیکھے گی۔ اس لئے کہ رحمانی قضا میں اس کا بھی ان کے ساتھ ہلاک ہونا طے ہو چکا ہے۔ ایک قرأت میں الا امراتک تے کی پیش سے بھی ہے۔ جن لوگوں کے نزدیک پیش اور زبردنوں جائز ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آپ کی بیوی بھی یہاں سے نکلنے میں آپ کے ساتھ تھی لیکن عذاب کے نازل ہونے پر قوم کا شور سن کر صبر نہ کر سکی۔ مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور زبان سے نکل گیا کہ ہائے میری قوم۔ اسی وقت آسمان سے ایک پتھر اس پر بھی آیا اور وہ ڈھیر ہو گئی۔

حضرت لوٹ کی مزید تشفی کے لئے فرشتوں نے اس غبیث قوم کی ہلاکت کا وقت بھی بیان کر دیا کہ یہ صبح ہوتے ہی تباہ ہو جائے گی۔ اور صبح اب بالکل قریب ہے۔ یہ کور باطن آپ کا گھر گھیرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے لپکتے ہوئے آپ پہنچے تھے۔ حضرت لوٹ علیہ السلام دروازے پر کھڑے ہوئے ان لوٹیوں کو روک رہے تھے جب کسی طرح وہ نہ مانے اور حضرت لوٹ علیہ السلام آزرده خاطر ہو کر تنگ آ گئے اس وقت جبرئیل علیہ السلام گھر میں سے نکلے اور ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ حضرت حزقیلہ بن یمان رضی اللہ

عنه کا بیان ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان لوگوں کے پاس آتے، انہیں سمجھاتے کہ دیکھو اللہ کا عذاب نہ خریدو مگر انہوں نے خلیل الرحمن کی بھی نہ مانی۔ یہاں تک کہ عذاب کے آنے کا قدرتی وقت آ پہنچا۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں۔ حضرت جبریل کو فرمان رب ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کی بدچلتی کی شہادت نہ دے لیں، ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلنے کی خبر دی کہ یہاں کے لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ نہیں آہ میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا، دیکھو دو مرتبہ یہ کہہ چکے۔ جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے، میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں؟ روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے فرمایا، دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلتی کی شہادت دے چکے۔ یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔ گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اوچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا ہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا، لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں، میں نے تو ان سے زیادہ خوبصورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔ اب کیا تھا۔ یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کئے دوڑتے بھاگتے حضرت لوط کے گھر گئے۔ چاروں طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں، نصیحتیں کیں۔ فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں۔ لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی۔ اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ آپ کے دو پر ہیں۔ جن پر موتیوں کا جڑاؤ ہے۔ آپ کے دانت صاف چمکتے ہوئے ہیں۔ آپ کی پیشانی اوچی اور بڑی ہے۔ مرجان کی طرح کے دانے ہیں۔ لولو ہیں اور آپ کے پاؤں سبزی کی طرح ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام سے آپ نے فرمادیا کہ ہم تو تیرے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں، یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے۔ آپ اس دروازے سے نکل جائیے۔ یہ کہہ کر ان کے منہ پر اپنا پر مارا۔ جس سے وہ اندھے ہو گئے۔ راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے۔ یہی اللہ کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعب قتادہ سدّی وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ

سِجِّيلٍ مَّنصُودٍ ۝۸۱ مَّسْومَةٍ عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ

بَعِيدٍ ۝۸۲

پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا، ہم نے اس بستی کو زیر کر دیا۔ اوپر کا حصہ نیچے کر دیا اور اس پر نکلے پتھر برسائے جو تہہ بہ تہہ تھے۔ نشان دار تھے۔ تیرے رب کی طرف سے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے ○

آج کے ایٹم بم اس وقت کے پتھروں کی بارش: ☆☆ (آیت: ۸۲-۸۳) سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہہ وبالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھا تک لیا۔ آسمان سے پکی مٹی کے پتھر ان پر برسے لگے جو سخت وزنی اور بہت

بڑے بڑے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے سَجِينٌ سَجِیْلٌ دونوں ایک ہی ہیں۔ منضود سے مراد پے بہ پے تہہ بہ تہہ ایک کے بعد ایک کے ہیں۔ ان پتھروں پر قدرتی طور سے ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جس کے نام کا پتھر تھا اسی پر گرتا تھا۔ وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں کوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور موسیٰوں سمیت اونچا اٹھالیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔ آپ اپنے اپنے دامن پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ ایک کو دوسرے سے ٹکرایا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اے دے کے جو رہ گئے تھے ان کے بیچے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیئے اور محض بے نام و نشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں۔ ہر بستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی خلیل اللہؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آکر وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں۔ سنن کی حدیث میں ہے کسی کو اگر تم لواطت کرتا ہوا پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۖ قَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ  
مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ  
بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝۸۵ وَلِقَوْمِ أَوْفُوا  
الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا  
تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝۸۶ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن  
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۖ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝۸۷

ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھبر لانے والے دن کے عذاب کا خوف بھی ہے ۝۸۵ اے میری قوم والوں ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ ۝۸۶ اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا نفع تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو میں کچھ تم پر تمہارا

داروغہ نہیں ہوں ۝۸۷

اہل مدین کی جانب حضرت شعیبؑ کی آمد: ☆☆ (آیت: ۸۳) عرب کا ایک قبیلہ جو حجاز و شام کے درمیان معان کے قریب رہتا تھا ان کے شہروں کا نام اور خود ان کا نام بھی مدین تھا۔ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔ آپ ان میں شریف النسب اور اعلیٰ خاندان کے تھے اور انہی میں سے تھے۔ اسی لئے اخاہم کے لفظ سے بیان کیا یعنی ان کے بھائی۔ آپ نے بھی انبیاء کی عادت اور سنت اور اللہ تعالیٰ کے پہلے اور تاکید کی حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی ناپ



تول کی کمی سے روکا کہ کسی کا حق نہ مارو۔ اور اللہ کا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمہیں فارغ البال اور آسودہ حال کر رکھا ہے۔ اور اپنا ڈر ظاہر کیا کہ اپنی مشرکانہ روش اور ظالمانہ حرکت سے اگر باز نہ آؤ گے تو تمہاری یہ اچھی حالت بد حالی سے بدل جائے گی۔

ناپ تول میں انصاف کرو: ☆ ☆ (آیت: ۸۵-۸۶) پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول کی کمی سے روکا۔ اب لین دین کے دونوں وقت عدل و انصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں اور زمین میں فساد اور تباہ کاری کرنے کو منع کرتے ہیں۔ ان میں رہنری اور ڈاکے مارنے کی بد خصلت بھی تھی۔ لوگوں کے حق مار کر نفع اٹھانے سے اللہ کا دیا ہوا نفع بہت بہتر ہے۔ اللہ کی یہ وصیت تمہارے لئے خیریت لئے ہوئے ہے۔ عذاب سے جیسے ہلاکت ہوتی ہے اس کے مقابلے میں رحمت سے برکت ہوتی ہے۔ ٹھیک تول کر پورا ناپ کر حلال سے جو نفع ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔ خبیث و طیب میں کیا مساوات؟ دیکھو میں تمہیں ہر وقت دیکھیں رہا۔ تمہیں برائیوں کا ترک اور نیکیوں کا فعل اللہ ہی کے لئے کرنا چاہئے نہ کہ دنیا دکھاوے کے لئے۔

قَالُوا يَشْعِبُ اَصْلُوكَ تَأْمُرُكَ اَنْ تَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ اَبَاؤُنَا اَوْ اَنْ  
تَفْعَلَ فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاۗءُ اِنَّكَ لَانتَ الْحَلِيْمَ الرَّشِيْدَ ۝  
قَالَ يَقَوْمِ اَرَاَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقْنِيْ  
مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَا اَنْهَكُمُ عَنْهُ  
اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ  
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝

انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب کیا تیری تلاوت تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے ○ کہا اے میری قوم دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ظاہر دلیل لئے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہو میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع ہوں ○

پرانے معبودوں سے دستبرداری سے انکار: ☆ ☆ (آیت: ۸۷) حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں، صلوة سے مراد یہاں قرأت ہے۔ وہ لوگ ازراہ مذاق کہتے ہیں کہ واہ آپ اچھے رہے کہ آپ کو آپ کی قرأت نے حکم دیا کہ ہم باپ دادوں کی روش کو چھوڑ کر اپنے پرانے معبودوں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ اور بھی لطف ہے کہ ہم اپنے مال کے بھی مالک نہ رہیں کہ جس طرح جو چاہیں اس میں تصرف کریں۔ کسی کو ناپ تول میں کم نہ دیں۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں واللہ واقعہ یہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کا حکم یہی تھا کہ آپ انہیں غیر اللہ کی عبادت اور مخلوق کے حقوق کے غصب سے روکیں۔ ثورویؒ فرماتے ہیں کہ ان کے اس قول کا مطلب کہ جو ہم چاہیں اپنے مالوں میں کریں یہ ہے کہ زکوٰۃ کیوں دیں؟ نبی اللہ کو ان کا حلیم و رشید کہنا ازراہ مذاق و حقارت تھا۔

قوم کو تبلیغ: ☆ ☆ (آیت: ۸۸) آپؐ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ دیکھو میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل و حجت اور بصیرت پر قائم

ہوں اور اسی کی طرف تمہیں بلارہا ہوں۔ اس نے اپنی مہربانی سے مجھے بہترین روزی دے رکھی ہے یعنی نبوت یا رزق حلال۔ یادوں۔ میری روش تم یہ نہ پاؤ گے کہ تمہیں تو بھلی بات کا حکم کروں اور خود تم سے چھپ کر اس کے برعکس کروں۔ میری مراد تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنی ہے۔ ہاں میرے ارادہ کی کامیابی اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ اور توکل ہے اور اسی کی جانب رجوع، توجہ اور جھکنا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے بھائی مالک نے کہا کہ اے معاویہ رسول اللہ ﷺ نے میرے پڑوسیوں کو گرفتار کر رکھا ہے۔ تم آپ کے پاس جاؤ۔ آپ سے تمہاری بات چیت بھی ہو چکی ہے اور تمہیں آپ پہچانتے بھی ہیں۔ پس میں اس کے ساتھ چلا۔ اس نے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو آپ رہا کر دیجئے۔ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ غضب ناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا واللہ اگر آپ ایسا جواب دیں گے تو لوگ کہیں گے کہ آپ ہمیں تو پڑوسیوں کے بارے میں اور حکم دیتے ہیں اور آپ خود اس کا خلاف کرتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے ایسی بات زبان سے نکالی ہے؟ اگر میں ایسا کروں تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہے۔ ان پر تو کوئی نہیں۔ جاؤ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ اور روایت میں ہے کہ اس کی قوم کے چند لوگ کسی شبہ میں گرفتار تھے۔ اس پر قوم کا ایک آدمی حاضر حضور ہوا۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ خطبہ فرما رہے تھے۔ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کسی چیز سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود اسے کرتے ہیں۔ آپ نے سمجھا نہیں۔ اس لئے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ حضرت بہز بن حکیم کے دادا کہتے ہیں میں نے بیچ میں بولنا شروع کر دیا کہ اچھا ہے آپ کے کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے منہ سے میری قوم کے لئے کوئی بد دعا نکل جائے کہ پھر انہیں فلاح نہ ملے لیکن رسول اللہ ﷺ برابر اسی کوشش میں رہے یہاں تک کہ آپ نے اس کی بات سمجھ لی اور فرمانے لگے کیا انہوں نے ایسی بات زبان سے نکالی؟ یا ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے؟ واللہ اگر میں ایسا کروں تو اس کا بوجھ بار میرے ذمے ہے۔ ان پر کچھ نہیں۔ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے جسے مسند احمد لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو کہ تمہارے دل اس کا انکار کریں اور تمہارے بدن اور بال اس سے علیحدگی کریں یعنی متاثر نہ ہوں اور تم سمجھ لو کہ وہ تم سے بہت دور ہے تو میں اس سے بھی زیادہ دور ہوں۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

حضرت مسروق کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کیا آپ بالوں میں جوڑ لگانے کو منع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے گھر کی بعض عورتیں تو ایسا کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا ہو تو میں نے اللہ کے نیک بندے کی وصیت کی حفاظت نہیں کی۔ میرا ارادہ نہیں کہ جس چیز سے تمہیں روکوں اس کے برعکس خود کروں۔ حضرت ابوسلیمان ضعی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے آتے تھے جن میں اوامر و نواہی لکھے ہوئے ہوتے تھے اور آخر میں یہ لکھا ہوتا تھا کہ میں بھی اس میں وہی ہوں جو اللہ کے نیک بندے نے فرمایا کہ میری توفیق اللہ ہی کے فضل سے ہے۔ اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

وَيَقَوْمٍ لَا يُجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمُ  
نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمٌ لَّوْطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيدٍ  
وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ

میری قوم کے لوگو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میری مخالفت میں آ کر ان عذابوں کے لئے آمادہ ہو جاؤ جو قوم نوح علیہ السلام اور قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں اور قوم لوط تو تم سے کچھ بھی دور نہیں ○ تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف جھک جاؤ یقیناً مالوک میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے ○

میری عداوت میں اپنی بردبادی مت مول لو: ☆☆ (آیت: ۸۹-۹۰) فرماتے ہیں کہ میری عداوت اور بغض میں آ کر تم اپنے کفر اور اپنے گناہوں پر جرم نہ جاؤ ورنہ تمہیں وہ عذاب پہنچے گا جو تم سے پہلے ایسے کاموں کا ارتکاب کرنے والوں کو پہنچا ہے۔ خصوصاً قوم لوط جو تم سے قریب زمانے میں ہی گذری ہے اور قریب جگہ میں ہے۔ تم اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ آئندہ کے لئے گناہوں سے توبہ کر لو۔ ایسا کرنے والوں پر میرا رب بہت ہی مہربان ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا پیارا بنالیتا ہے۔ ابولیلیٰ کندی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک کا جانور تھا سے کھڑا تھا۔ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپؐ نے اوپر سے سر بلند کیا اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا: میری قوم کے لوگو مجھے قتل نہ کرو۔ تم اس طرح تھے۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھائیں۔

قَالُوا يَشْعِبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرِيكَ  
فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ۝  
قَالَ يَقَوْمِ أَرْهَطِيْ أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ  
ظَهْرِيًّا إِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ وَيَقَوْمِ اَعْمَلُوا عَلَى مَكَانَتِكُمْ  
إِنِّيْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُونَ مِّنْ يَّاتِيهِ عَذَابٌ يُنْخِزِيْهِ وَمَنْ  
هُوَ كَاذِبٌ ۝ وَارْتَقِبُوا إِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيبٌ ۝

انہوں نے کہا شعیب تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزوری کی حالت میں پاتے ہیں اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔ ہم تو تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں سمجھتے ○ اس نے جواب دیا کہ اے میرے قومی لوگو! کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلے کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں کہ تم تنہا اسے پس پشت ڈال رکھا ہے؟ یقیناً میرا پروردگار جو کچھ تم کر رہے ہو سب کو گھیرے ہوئے ہے ○ اے قومی بھائیو! اب تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ۔ میں بھی عمل کر رہا ہوں تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور کون ہے جو جھوٹا ہے؟ تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ○

قوم مدین کا جواب اور اللہ کا عتاب: ☆☆ (آیت: ۹۱-۹۲) قوم مدین نے کہا کہ اے شعیب آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی ہیں۔ اور خود آپ بھی ہم میں بے انتہا کمزور ہیں۔ سعید وغیرہ کا قول ہے کہ آپ کی نگاہ کم تھی۔ تھے آپ بہت ہی صاف گو یہاں تک کہ آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب حاصل تھا۔ سدی کہتے ہیں اس وجہ سے کمزور کہا گیا ہے کہ آپ اکیلے تھے۔ مراد اس سے آپ کی حقارت تھی۔ اس لئے کہ آپ کے کنبے والے بھی آپ کے دین پر نہ تھے۔ کہتے ہیں کہ اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تو پھر مار مار کر تیرا قصہ ہی ختم کر دیتے۔ یا یہ کہ تجھے دل کھول کر برا کہتے۔ ہم میں تیری کوئی قدر و منزلت، رفعت و عزت نہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: بھائیو تم مجھے میری قرابت داری کی وجہ سے چھوڑتے ہو۔ اللہ کی وجہ سے نہیں چھوڑتے تو گویا تمہارے نزدیک قبیلے والے اللہ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اللہ کے نبی کو برائی پہنچاتے ہوئے اللہ کا خوف نہیں کرتے؟ افسوس تم نے کتاب اللہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔ اس کی کوئی عظمت و اطاعت تم میں نہ رہی۔ خیر اللہ تعالیٰ

تمہارے تمام حال احوال جانتا ہے۔ وہ تمہیں پورا بدلہ دے گا۔

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ  
مِّنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ  
جِثَمِينَ ﴿١٦﴾ كَانَتْ لَمْ يَخْنُوا فِيهَا إِلَّا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعَدَتْ  
ثَمُودُ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿١٨﴾ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ  
وَمَلَائِكِهِ فَاتَّبَعُوْا أَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿١٩﴾  
يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ وَبِئْسَ الْوَرْدُ  
الْمُورُوْدُ ﴿٢٠﴾ وَاتَّبَعُوا فِي هَذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ  
الْمَرْفُوْدُ ﴿٢١﴾

جب ہمارا عذاب آپہنچا، ہم نے شعیب کو اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو آواز سخت کے عذاب نے دھردیو چا جس سے وہ اپنے گھروں میں ہی اور ہر پڑے ہوئے مردے ہو گئے ○ گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بے ہی نہ تھے آگاہ رہو مدین کے لئے بھی ویسی ہی دوری ہوئی جیسی دوری ثمود کو ہوئی ○ یقیناً ہم نے ہی موسیٰ کو اپنے نشانوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا ○ فرعون اور اس کی جماعت کی طرف - پھر بھی ان لوگوں نے فرعون کے احکام کی پیروی کی اور فرعون کو کوئی حکم ٹھیک اور درست تھا ہی نہیں ○ وہ تو قیامت کے دن اپنی قوم کا پیش رو ہو کر ان سب کو دوزخ میں جا کھڑا کرے گا۔ وہ بہت ہی برا گھاٹ ہے جس پر لا کھڑے کئے گئے ○ ان پر تو اس دنیا میں بھی لعنت چکا دی گئی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو دیا گیا ○

مدین والوں پر عذاب الہی: ☆ ☆ (آیت: ۹۴-۹۵) جب اللہ کے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو تھک کر فرمایا: اچھا تم اپنے طریقے پر چلے جاؤ۔ میں اپنے طریقے پر قائم ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والے عذاب کن پر نازل ہوتے ہیں؟ اور اللہ کے نزدیک جھوٹا کون ہے؟ تم منتظر رہو۔ میں بھی انتظار میں ہوں۔ آخر ش ان پر بھی عذاب الہی اتر ا۔ اس وقت نبی اللہ اور مومن بچا دیئے گئے۔ ان پر رحمت رب ہوئی اور ظالموں کو تمہیں نہس کر دیا گیا۔ وہ جل بجھے۔ بے حس و حرکت رہ گئے۔ ایسے کہ گویا کبھی اپنے گھروں میں آباد ہی نہ تھے۔ اور جیسے کہ ان سے پہلے کے ثمودی تھے۔ اللہ کی لعنت کا باعث بنے۔ ویسے ہی یہ بھی ہو گئے۔ ثمودی ان کے پڑوسی تھے اور گناہ اور بدنامی میں انہی جیسے تھے۔ اور یہ دونوں قومیں عرب ہی سے تعلق رکھتی تھیں۔

قبطی قوم کا سردار فرعون اور موسیٰ علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت: ۹۶-۹۹) فرعون سردار قوم قبط اور اس کی جماعت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور ظاہر باہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے فرعون کی اطاعت نہ چھوڑی۔ اسی کی گمراہ روش پر اس کے پیچھے لگے رہے۔ جس طرح یہاں انہوں نے اس کی فرماں برداری ترک نہ کی اور اسے اپنا سردار مانتے رہے اسی طرح قیامت کے دن اسی کے پیچھے یہ ہوں گے اور وہ اپنی پیشوائی میں انہیں سب کو اپنے ساتھ ہی جہنم میں لے جائے گا اور خود گنا عذاب برداشت کرے گا۔ یہی حال بروں کی تابعداری کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ وہ کہیں گے بھی کہ الہی انہی لوگوں نے ہمیں بہکا یا۔ تو انہیں دو گنا عذاب

دے۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امرؤ القیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں لے کر جہنم کی طرف جائے گا۔ اس آگ کے عذاب۔ پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت مل کر ان پر دو دو لعنتیں پڑ گئیں۔ یہ اور لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے۔ اس لئے ان پر دوہری لعنت پڑی۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْقُرَىٰ نَقِصُهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَائِمٌ  
وَّحَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنَهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَمَا اَغْنَتْ  
عَنْهُمْ اِلٰهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ  
اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتٰبٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَخَذُ رَبُّكَ  
اِذَا اَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنْ اَخَذَهُ الْيَمُّ شَدِيْدٌ ۝ اِنَّ  
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمٌ  
مَّجْمُوْعٌ ۝ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝

بستیوں کی یہ بعض خبریں جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض بالکل نابود ہو گئیں ○ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ انہیں ان کے ان معبودوں نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے جب کہ تیرے پروردگار کا حکم آچکا، بلکہ اور ان کا نقصان ہی انہوں نے بڑھایا ○ تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جب کہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے بے شک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے ○ یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشان عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں وہ دن جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ وہ دن ہے جس میں سب حاضر کئے جائیں گے ○

عبرت کدے کچھ آ باد ہیں کچھ ویران: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۰-۱۰۱) نبیوں اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرما کر ارشاد باری ہوتا ہے کہ یہ ان بستیوں والوں کے واقعات ہیں۔ جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ ان میں سے بعض بستیاں تو اب تک آباد ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ ہم نے انہیں ظلم سے ہلاک نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت مسلط کر لی۔ اور جن معبودان باطل کے انہیں سہارے تھے وہ بروقت انہیں کچھ کام نہ آ سکے بلکہ ان کی پوجا پاٹ نے انہیں اور غارت کر دیا۔ دونوں جہاں کا وبال ان پر آ پڑا۔

(آیت: ۱۰۲) جس طرح ان ظالموں کی ہلاکت ہوئی ان جیسا جو بھی ہوگا اسی نتیجے کو وہ بھی دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ انسانک اور بہت سختی والی ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو ڈھیل دے کر پھر پکڑیں گے۔ وقت ناگہاں دبا لیتا ہے۔ پھر مہلت نہیں ملتی۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

ہلاکت اور نجات، ٹھوس دلائل: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۳-۱۰۵) کافروں کی اس ہلاکت اور مومنوں کی نجات میں صاف دلیل ہے ہمارے ان وعدوں کی سچائی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کئے ہیں جس دن تمام اول و آخر کے لوگ جمع کئے جائیں گے۔ ایک بھی باقی نہ چھوٹے گا اور وہ بڑا بھاری دن ہوگا۔ تمام فرشتے، تمام رسول، تمام مخلوق حاضر ہوگی۔ حاکم حقیقی، عادل، کافی انصاف کرے گا۔ قیامت کے قائم

ہونے میں دیر کی وجہ یہ ہے کہ رب یہ بات پہلے ہی مقرر کر چکا ہے کہ اتنی مدت تک دنیا بنی آدم سے آباد رہے گی۔ اتنی مدت خاموشی پر گزرے گی۔ پھر فلاں وقت قیامت قائم ہوگی۔ جس دن قیامت آجائے گی کوئی نہ ہوگا جو اللہ کی اجازت کے بغیر لب بھی کھول سکے۔ مگر جن جن نے اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک بولے۔ تمام آوازیں رب جن کے سامنے پست ہوں گی۔

بخاری و مسلم کی حدیث شفاعت میں ہے اس دن صرف رسول ہی بولیں گے اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہوگا کہ یا اللہ سلامت رکھ۔ یا اللہ سلامتی دے۔ مجمع محشر میں بہت سے توبرے ہوں گے اور بہت سے نیک۔ اس آیت کے اترنے پر حضرت عمرؓ پوچھتے ہیں کہ پھر یا رسول اللہ! ہمارے اعمال اس بنا پر ہیں جس سے پہلے ہی فراغت کر لی گئی ہے یا کسی نئی بنا پر؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس حساب پر جو پہلے سے ختم ہو چکا ہے جو قلم چلا چکا ہے لیکن ہر ایک کے لئے وہی آسان ہوگا جس کے لئے اس کی پیدائش کی گئی ہے۔ (مسند ابویعلیٰ)

وَمَا تُؤَخِّرُهُ إِلَّا لِأَجَلٍ مُّعَدُّودٍ ۖ يَوْمَ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَمِنَ النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۖ خَلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۖ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝۷

اے ہم جو دیر کرتے ہیں وہ صرف ایک مبین مدت تک ہے ○ جس دن وہ آجائے گی محال نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت بغیر کوئی بات بھی کر لے سوان میں کوئی تو بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت ○ لیکن جو بد بخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے۔ وہاں ان کی باریک اور موٹی گدھے جیسی آواز ہوگی ○ وہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں بقدر مدت بقائے آسمان و زمین کے۔ سوائے اس وقت کے جو اللہ کا چاہا ہوا ہے یقیناً تیرا رب کرگزر رہا ہے جو کچھ چاہے ○

عذاب یافتہ لوگوں کی چغیلیں: ☆☆ (آیت: ۱۰۶-۱۰۷) گدھے کے چغینے میں جیسے زیر و بم ہوتا ہے ایسی ہی ان کی چغیلیں ہوں گی۔ یہ یاد رہے کہ عرب کے محاوروں کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ وہ بیٹنگی کے محاورے کو اسی طرح بولا کرتے ہیں کہ یہ بیٹنگی والا ہے جب تک آسمان و زمین کو قیام ہے۔ یہ بھی ان کے محاورے میں ہے کہ یہ باقی رہے گا جب تک دن رات کا چکر بندھا ہوا ہے۔ پس ان الفاظ سے بیٹنگی مراد ہے نہ کہ قید۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمین و آسمان کے بعد دار آخرت میں ان کے سوا اور آسمان و زمین ہو پس یہاں مراد جنس ہے سچا نچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ہر جنت کا آسمان و زمین ہے۔ اس کے بعد اللہ کی منشا کا ذکر ہے جیسے آیت النَّارُ مَثْوًى لَّكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ میں ہے۔ اس استثناء کے بارے میں بہت سے قول ہیں جنہیں ابن جوزی نے زاد المسیر میں نقل کیا ہے۔ ابن جریر نے خالد بن معدان، ضحاک، قتادہ اور ابن سنان کے اس قول کو پسند فرمایا ہے کہ موحّد گناہ گاروں کی طرف استثناء عائد ہے۔ بعض سلف سے اس کی تفسیر میں بڑے ہی غریب اقوال وارد ہوئے ہیں۔ قتادہ فرماتے ہیں اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔

وَأَمَّا الَّذِينَ سَعَدُوا فَمِنَ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۖ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ عَطَاءٌ غَيْرَ مَجْدُوذٍ ۝۸

لیکن جو نیک بخت کئے گئے وہ جنت میں ہونگے جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی رہے مگر جو چاہے تیرا پروردگار بخشش ہے بے انتہا

انبیاء کے فرماں بردار اور جنت: ☆☆ (آیت: ۱۰۸) رسولوں کے تابعدار جنت میں رہیں گے۔ جہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا۔ زمین و آسمان کی بقا تک ان کی بھی جنت میں بقا رہے گی مگر جو اللہ چاہے یعنی یہ بات بذاتہ واجب نہیں بلکہ اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے پر ہے۔ بقول ضحاک وحسن یہ بھی موحّد گنہگاروں کے حق میں ہے۔ وہ کچھ مدت جہنم میں گزار کر اس کے بعد وہاں سے نکالے جائیں گے۔ یہ عطیہ ربانی ہے جو ختم نہ ہوگا۔ نہ گھٹے گا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں ذکر مشیت سے یہ کھٹکانہ گزرے کہ ہیشگی نہیں۔ جیسے کہ دوزخیوں کے دوام کے بعد بھی اپنی مشیت اور ارادے کی طرف رجوع کیا۔ سب اس کی حکمت و عدل ہے۔ وہ ہر اس کام کو کر گزرتا ہے جس کا ارادہ کرے۔ بخاری و مسلم میں ہے، موت کو چت کبرے مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر فرما دیا جائے گا کہ اہل جنت تم ہمیشہ رہو گے اور موت نہیں اور اے جہنم والو تمہارے لیے ہیشگی ہے۔ موت نہیں۔

فَلَا تَكُ فِي مَرِيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هَؤُلَاءِ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ  
آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِنَّا لَمُوفُونَ نَصِيبُهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ۖ وَلَقَدْ  
آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ  
رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ۖ وَإِنَّ  
كُلًّا لَّمَّا لِيُوفَيْنَهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

سوتوان چیزوں سے شک شبہ میں نہ رہے جنہیں یہ لوگ پوج رہے ہیں۔ ان کی پوجا تو اسی طرح ہے جس طرح ان کے باپ دادوں کی اس سے پہلے تھی، ہم ان سب کو ان کا پورا پورا حصہ بغیر کمی کے دینے والے ہی ہیں ○ یقیناً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔ پھر اس میں اختلاف ڈال دیا گیا، اگر پہلے ہی تیرے رب کی بات صادر نہ ہوگئی ہوتی تو یقیناً ان میں فیصلہ کر دیا جاتا، انہیں تو اس میں شبہ سا ہی ہے ○ یہ تو قلع میں ہیں۔ یقیناً ان میں سے ہر ایک جب اس کے روبرو جائے گا، تیرا رب اسے اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا جو جو وہ کر رہے ہیں اسے سب خبر ہے ○

مشرکوں کا حشر: ☆☆ (آیت: ۱۰۹-۱۱۱) مشرکوں کے شرک کے باطل ہونے میں ہرگز شبہ تک نہ کرنا۔ ان کے پاس سوائے باپ دادا کی بھونڈی تقلید کے اور دلیل ہی کیا ہے؟ ان کی نیکیاں انہیں دنیا میں ہی مل جائیں گی۔ آخرت میں عذاب ہی عذاب ہوگا۔ جو خیر و شر کے وعدے ہیں سب پورے ہونے والے ہیں۔ ان کے عذاب کا مقررہ حصہ انہیں ضرور پہنچے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی لیکن لوگوں نے تفرقہ ڈالا۔ کسی نے اقرار کیا تو کسی نے انکار کر دیا۔ پس انہی نبیوں جیسا حال آپ کا بھی ہے۔ کوئی مانے گا، کوئی ٹالے گا۔ چونکہ ہم وقت مقرر کر چکے ہیں، چونکہ ہم بغیر حجت پوری کئے عذاب نہیں کیا کرتے، اس لئے یہ تاخیر ہے ورنہ ابھی انہیں ان کے گناہوں کا مزہ یاد آ جاتا۔ کافروں کو اللہ اور اس کے رسول کی باتیں غلط ہی معلوم ہوتی ہیں۔ ان کا شک و شبہ زائل نہیں ہوتا۔ سب کو اللہ جمع کرے گا اور ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اس قرآن کا بھی معنی اس ہمارے ذکر کردہ معنی کی طرف ہی لوٹتا ہے۔



فَاسْتَقِمْ كَمَا أَمَرْتُ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا  
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمْ  
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَائٍ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝  
وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِنْ الْيَلِّ إِنَّ الْحَسَنَاتِ  
يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا  
يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝

پس تو جمارہ جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے ساتھ توبہ کر چکے ہیں خبردار تم حد سے نہ بڑھنا۔ اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے ○ دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکتا اور نہ تمہیں بھی آگ کا لوگ جائے گا اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور تم مدد دیئے جاؤ گے ○ دن کے دونوں سروں میں نماز برپا رکھ اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں یہ ہے صیحت فصیحت پکڑنے والوں کے لئے ○ تو صبر کرتا رہ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ○

استقامت کی ہدایت: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۲-۱۱۳) استقامت اور سیدھی راہ پر دوام، ہیشگی اور ثابت قدمی کی ہدایت اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ اور تمام مسلمانوں کو کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔ ساتھ ہی سرکشی سے روکتا ہے کیونکہ یہی تباہ کرنے والی چیز ہے گو کسی مشرک ہی پر کی گئی ہو۔ پروردگار بندوں کے عمل سے آگاہ ہے۔ مدائنت اور دین کے کاموں میں سستی نہ کرو۔ شرک کی طرف نہ جھکو۔ مشرکین کے اعمال پر رضامندی کا اظہار نہ کرو۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو۔ ورنہ آگ تمہیں پکڑ لے گی۔ ظالموں کی طرفداری ان کے ظلم پر مدد ہے۔ یہ ہرگز نہ کرو۔ اگر ایسا کیا تو کون ہے جو تم سے عذاب الہی بٹائے؟ اور کون ہے جو تمہیں اس سے بچائے۔

اوقات نماز کی نشاندہی: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۴-۱۱۵) ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں دن کے دونوں سرے سے مراد صبح کی اور مغرب کی نماز ہے۔ قنادرہؓ ضحاکؓ وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سے مراد ظہر اور عصر کی نماز۔ رات کی گھڑیوں سے مراد عشاء کی نماز اور بقول مجاہد وغیرہ مغرب و عشاء کی۔ نیکیوں کا کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سنن میں ہے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں، جس مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے، پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے تو اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا۔ پھر فرمایا، اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپؐ نے فرمایا ہے جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے، جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے۔ تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

مسند میں ہے کہ آپؐ نے پانی منگوایا، وضو کیا، پھر فرمایا، میرے اس وضو کی طرح رسول اللہ ﷺ وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا، جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر کی نماز ادا کرے اس کے صبح سے لے کر اب تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، پھر عصر کی نماز پڑھے تو ظہر سے عصر تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر مغرب کی نماز ادا کرے تو عصر سے لے کر مغرب تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، پھر عشاء کی نماز سے مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ سوتا ہے۔ لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔ پھر صبح اٹھ کر نماز فجر پڑھ لینے سے عشاء سے لے کر صبح کی نماز تک کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہی ہیں وہ بھلائیوں جو برائیوں کو دور کر

دیتی ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے مکان کے دروازے پر ہی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر ذرا سا بھی میل باقی رہ جائے گا۔ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ”بس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں اور گناہ معاف فرما دیتا ہے“ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے“۔ مسند احمد میں ہے ”ہر نماز اپنے سے پہلے کی خطاؤں کو مٹا دیتی ہے۔“ بخاری میں ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا۔ پھر حضرت ﷺ سے اپنے اس گناہ کی ندامت ظاہر کی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ اس نے کہا: کیا میرے لئے ہی یہ مخصوص ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: ”نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے یہی حکم ہے“۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا: ”میں نے باغ میں اس عورت سے سب کچھ کیا ہاں جماع نہیں کیا۔ اب میں حاضر ہوں۔ جو سزا میرے لئے آپؐ تجویز فرمائیں“ میں برداشت کر لوں گا“۔ حضور ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چلا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی۔ اگر یہ بھی اپنے نفس کی پردہ پوشی کرتا۔ آنحضرت ﷺ براہ راستی شخص کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا۔ اسے واپس بلا لاؤ۔ جب وہ آگیا تو آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس پر حضرت معاذؓ نے دریافت کیا کہ کیا یہ اسی کے لئے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ”نہیں بلکہ سب لوگوں کے لئے ہے۔“

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں“ اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو۔ لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہو۔ پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا: ایذا انہیں کیا کیا؟ فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ سنو جو شخص مال حرام کمائے، پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا۔ اور جتنا کچھ اپنے بعد باقی چھوڑ مرے وہ سب اس کے لئے آگ دوزخ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔“ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سودا لینے کے لئے آئی تھی۔ افسوس کہ میں اسے کوٹھڑی میں لے جا کر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو حکم اللہ بھودہ مجھ پر جاری کیا جائے۔“ آپؐ نے فرمایا: شاید اس کا خاوند غیر حاضر ہوگا؟ اس نے کہا: جی ہاں یہی بات تھی۔ آپؐ نے فرمایا: تم جاؤ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپؐ نے بھی حضرت عمرؓ کی طرح فرمایا، پھر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت بیان کی۔ آپؐ نے فرمایا: شاید اس کا خاوند اللہ کی راہ میں گیا ہو، ہوگا؟ پس قرآن کریم کی یہ آیت اتری تو وہ کہنے لگا: ”کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟“ تو حضرت عمرؓ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، نہیں اس طرح صرف تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے۔“ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عمرؓ سچے ہیں۔

ابن جریرؒ میں ہے کہ وہ عورت مجھ سے ایک درہم کی کھجوریں خریدنے آئی تھی تو میں نے اسے کہا کہ اندر کوٹھڑی میں اس سے بہت اچھی کھجوریں ہیں۔ وہ اندر گئی، میں نے بھی اندر جا کر اسے چوم لیا۔ پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ سے ڈرا اور اپنے نفس پر

پردہ ڈالے رہ۔ لیکن ابوالیسریٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے جا کر حضور ﷺ سے واقعہ بیان کیا، آپؐ نے فرمایا، افسوس تو نے ایک غازی مرد کی اس کی غیر حاضری میں ایسی خیانت کی۔ میں نے تو یہ سن کر اپنے آپ کو جہنمی سمجھ لیا اور میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کاش کہ میرا اسلام اس کے بعد کا ہوتا؟ حضور ﷺ نے ذرا سی دیر اپنی گردن جھکا لی۔ اسی وقت حضرت جبرئیلؑ یہ آیت لے کر اترے۔ ابن جریرؒ میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضور ﷺ سے درخواست کی کہ اللہ کی مقرر کردہ حد مجھ پر جاری کیجئے۔ ایک دودفعہ اس نے یہ کہا لیکن آپؐ نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ پھر جب نماز کھڑی ہوئی اور آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا حضور ﷺ میں حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو نے اچھی طرح وضو کیا؟ اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا بس تو تو ایسا ہی ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خبردار اب کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ حضرت ابو عثمان کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ پکڑ کے اسے جھنجھوڑا تو تمام خشک پتے جھڑ گئے۔ پھر فرمایا ”ابو عثمان تم پوچھتے نہیں ہو کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا ہاں جناب ارشاد ہو۔ فرمایا۔ اسی طرح میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ پھر فرمایا ”جب بندہ مسلمان اچھی طرح وضو کر کے پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس خشک شاخ کے پتے جھڑ گئے۔“ پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں برائی اگر کوئی ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کر لو کہ اسے منادے۔ اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملا کرو۔ اور حدیث میں ہے ”جب تجھ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے افضل نیکی ہے۔ ابو یعلیٰ میں ہے دن رات کے جس وقت میں کوئی لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے نامہ اعمال میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی جگہ ویسی ہی نیکیاں ہو جاتی ہیں۔“ اس کے راوی عثمان ضعف ہے۔ بزار میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضور ﷺ میں نے کوئی خواہش ایسی نہیں چھوڑی جسے پوری نہ کی ہو۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو اللہ کے ایک ہونے کی اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو آپؐ نے فرمایا، بس یہ ان سب پر غالب رہے گی۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ  
عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَجَيْنَا مِنْهُمْ  
وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أَتَرَفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿١١٥﴾  
وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿١١٦﴾  
وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ  
مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٧﴾ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ  
كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٨﴾

بس کیوں نہ ہوئے تم سے اگلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے باہوش ذی اثر لوگ جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے بجز ان چند کے جنہیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی۔ وہ تھے ہی گنہگار ○ تیرا رب ایسا نہیں کہ کسی سستی کو ظلم سے ہلاک کرے اور ہوں وہاں کے لوگ نیک کار ○ اگر تیرا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے ○ بجز ان کے جن پر

تیرا رب رحم فرمائے، انہیں تو اسی لئے پیدا کیا ہے تیرے رب کی یہ بات پوری ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پر کر دوں گا ○

نیکی کی دعوت دینے والے چند لوگ: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۶-۱۱۷) یعنی سوائے چند لوگوں کے ہم گزشتہ زمانے کے لوگوں میں ایسے کیوں نہیں پاتے جو شریروں اور منکروں کو برائیوں سے روکتے رہیں۔ یہی وہ ہیں جنہیں ہم اپنے عذاب سے بچالیا کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امت میں ایسی جماعت کی موجودگی کا قطعی اور فرضی حکم دیا۔ فرمایا وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ، بھلائی اور نیکی کی دعوت دینے والی ایک جماعت تم میں ہر وقت موجود رہنی چاہئے۔ الخ، ظالموں کا شیوہ یہی ہے کہ وہ اپنی بد عادتوں سے باز نہیں آتے۔ نیک علماء کے فرمان کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے یہاں تک کہ اللہ کے عذاب ان کی بے خبری میں ان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ بھلی بستیوں پر اللہ کی طرف سے ازراہ ظلم عذاب کبھی آتے ہی نہیں۔ ہم ظلم سے پاک ہیں لیکن خود ہی وہ اپنی جانوں پر مظالم کرنے لگتے ہیں۔

جس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو: ☆ ☆ (آیت: ۱۱۸-۱۱۹) اللہ کی قدرت کسی کام سے عاجز نہیں۔ وہ چاہے تو سب کو ہی اسلام یا کفر پر جمع کر دے۔ لیکن اس کی حکمت ہے جو انسانی رائے، ان کے دین و مذاہب جدا جدا، برابر جاری و ساری ہیں۔ طریقے مختلف، مالی حالات جدا گانہ ایک ایک کے ماتحت یہاں مراد دین و مذہب کا اختلاف ہے۔ جن پر اللہ کا رحم ہو جائے وہ رسولوں کی تابعداری، رب تعالیٰ کی حکم برداری میں برابر لگے رہتے ہیں۔ اب وہ نبی آخر الزماں ﷺ کے مطیع ہیں۔ اور یہی نجات پانے والے ہیں۔ چنانچہ مسند و سنن میں حدیث ہے جس کی ہر سند دوسری سند کو تقویت پہنچا رہی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہودیوں کے اکہتر گروہ ہوئے۔ نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے، اس امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے۔ سب جہنمی ہیں، سوائے ایک جماعت کے۔ صحابہؓ نے پوچھا، ”یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟“ آپؐ نے جواب دیا، وہ جو اس پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب (متدرک حاکم) بقول عطا مَخْتَلِفِينَ سے مراد یہودی، نصرانی، مجوسی ہیں اور اللہ کے رحم والی جماعت سے مراد ایک طرفہ دین اسلام کے مطیع لوگ ہیں۔

قادۃ کہتے ہیں کہ یہی جماعت ہے گوان کے وطن اور بدن جدا ہوں۔ اور اہل معصیت فرقت و اختلاف والے ہیں گوان کے وطن اور بدن ایک ہی جامع ہوں۔ قدرتی طور پر ان کی پیدائش ہی اسی لئے ہے۔ شقی و سعیدی کی ازلی تقسیم ہے۔ یہ بھی مطلب ہے کہ رحمت حاصل کرنے والی یہ جماعت بالخصوص اسی لئے ہے۔ حضرت طاؤسؓ کے پاس دو شخص اپنا جھگڑا لے کر آئے اور آپس کے اختلاف میں بہت بڑھ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم نے جھگڑا اور اختلاف کیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا، اسی لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، غلط ہے۔ اس نے اپنے ثبوت میں اسی آیت کی تلاوت کی تو آپؐ نے فرمایا، اس لئے نہیں پیدا کیا کہ آپس میں اختلاف کریں، بلکہ پیدائش تو جمع کے لئے اور رحمت حاصل کرنے کے لئے ہوئی ہے جیسے کہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رحمت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ عذاب کے لئے۔ اور آیت میں ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ میں نے جنوں و انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ تیسرا قول یہ بھی ہے کہ رحمت اور اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ مالک اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ انہیں رحمت حاصل کرنے اور انہیں اختلاف میں مصروف رہنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ تیرے رب کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ اس کی مخلوق میں ان دونوں اقسام کے لوگ ہوں گے۔ اور ان دونوں سے جنت دوزخ پر کئے جائیں گے۔ اس کی کامل حکمتوں کو وہی جانتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت دوزخ دونوں میں آپس میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا، مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں۔ اور جہنم نے کہا، میں تکبر اور ظلم کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عز و جل

نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں اسے تجھ سے نوازوں گا۔ اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے جس سے میں چاہوں۔ تیرے عذاب کے ذریعے اس سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پر ہو جاؤ گی۔ جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھ دے گا تب وہ کہے گی تیری عزت کی قسم اب بس ہے۔ بس ہے۔

وَكَلَّا نَقْصُصَ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ  
وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٦﴾  
وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ أَعْمَلُوا عَلَى مَكَانَتِكُمْ إِنَّا  
عَمَلُونَ ﴿١٢٧﴾ وَانْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿١٢٨﴾ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا  
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٢٩﴾

رسولوں کے سب احوال ہم تیرے سامنے دل کی تسکین کے لئے بیان فرما رہے ہیں۔ تیرے پاس اس صورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت و وعظ ہے مومنوں کے لئے ○ ایمان نہ لانے والوں سے کہہ دے کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ۔ ہم بھی عمل میں مشغول ہیں ○ اور تم بھی انتظار کرو۔ ہم بھی منتظر ہیں ○ زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ تمام کاموں کا رجوع بھی اسی کی جانب ہے۔ پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ○

ذکر ماضی تمہارے لیے سامان سکون: ☆ ☆ (آیت: ۱۲۰) پہلی امتوں کا اپنے نبیوں کو جھٹلانا، نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا، آخر اللہ کے عذاب کا آنا، کافروں کا برباد ہونا، نبیوں رسولوں اور مومنوں کا نجات پانا، یہ سب واقعات ہم تجھے سنارہے ہیں۔ تاکہ تیرے دل کو ہم اور مضبوط کر دیں اور تجھے کامل سکون حاصل ہو جائے۔ اس سورت میں بھی حق تجھ پر واضح ہو چکا۔ کہ اس دنیا میں بھی تیرے سامنے سچے واقعات بیان ہو چکے۔ یہ عبرت ہے کفار کے لئے اور نصیحت ہے مومنوں کے لئے کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں۔

(آیت: ۱۲۱-۱۲۲) بطور دھمکانے، ڈرانے اور ہوشیار کرنے کے ان کافروں سے کہہ دو کہ اچھا تم اپنے طریقے سے نہیں بٹے تو نہ ہو۔ ہم بھی اپنے طریقے پر کاربند ہیں۔ تم منتظر رہو کہ آخر انجام کیا ہوتا ہے۔ ہم بھی اسی انجام کی راہ دیکھتے ہیں۔ فالحمد للہ دنیائے ان کافروں کا انجام دیکھ لیا اور ان مسلمانوں کا بھی جو اللہ کے فضل و کرم سے دنیا پر چھا گئے۔ مخالفین پر کامیابی کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیا۔ دنیا کوٹھی میں لے لیا۔ فللہ الحمد۔

(آیت: ۱۲۳) آسمان وزمین کے ہر غریب کو جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے۔ اسی کی سب کو عبادت کرنی چاہئے۔ اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ جو بھی اس پر بھروسہ رکھے، وہ اس کے لئے کافی ہے۔ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تو رات کا خاتمہ بھی انہی آیتوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں۔ الحمد للہ سورہ ہود کی تفسیر ختم ہوئی۔

## تفسیر سورہ یوسف

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ اپنے ماتحتوں کو سورہ یوسف سکھاؤ۔ جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے اس پر اللہ تعالیٰ سکرات موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے۔ لیکن اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ اس کا ایک متابع ابن عساکر میں ہے لیکن اس کی بھی تمام سندیں منکر ہیں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل الغبۃ میں ہے کہ جب یہودیوں نے یہ سورت سنی تو وہ مسلمان ہو گئے۔ کیونکہ ان کے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا۔ یہ روایت کلبی کی ابوصالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اَلرَّ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ
اَوْحٰیْنَا اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ ۝ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِیْنٌ
الْغٰفِلِیْنَ ۝

یہ ہیں روشن کتاب کی آیتیں ○ یقیناً ہم نے آپ اس عربی قرآن کو نازل فرمایا ہے کہ تم سمجھ سکو ○ ہم آپ تیرے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں۔ تیری جانب اس قرآن کو اپنی وحی کے ساتھ نازل فرمانے سے۔ یقیناً تو اس سے پہلے بے خبروں میں تھا ○

تعارف قرآن بزبان اللہ الرحمان: ☆ ☆ (آیت ۱-۳) سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث گزر چکی ہے۔ اس کتاب یعنی قرآن شریف کی یہ آیتیں بہت واضح، کھلی ہوئی اور خوب صاف ہیں۔ مبہم چیزوں کی حقیقت کھول دیتی ہیں یہاں پر تلک معنی میں ہذا کے ہے۔ چونکہ عربی زبان نہایت کامل اور مقصد کو پوری طرح واضح کر دینے والی اور وسعت و کثرت والی ہے اس لئے یہ پاکیزہ تر کتاب اس بہترین زبان میں افضل تر رسول پر فرشتوں کے سردار فرشتے کی سفارت میں تمام روئے زمین کے بہتر مقام میں وقتوں میں بہترین وقت میں نازل ہو کر ہر اک طرح کے کمال کو پہنچی تاکہ تم ہر طرح سوچ سمجھ سکو اور اسے جان لو۔ ہم بہترین قصہ بیان فرماتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اگر کوئی واقعہ بیان فرماتے؟ اس پر یہ آیت اتری۔ اور روایت میں ہے کہ ایک زمانے تک قرآن کریم نازل ہوتا گیا اور آپ صحابہؓ کے سامنے تلاوت فرماتے رہے پھر انہوں نے کہا حضور کوئی واقعہ بھی بیان ہو جاتا تو؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پھر کچھ وقت کے بعد کہا کاش کہ آپ کو کوئی بات بیان فرماتے۔ اس پر آیت اللہ نَزَلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ اتری اور بات بیان ہوئی۔ روش کلام کا ایک ہی انداز دیکھ کر صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ بات سے اوپر کی اور قرآن سے نیچے کی کوئی چیز ہوتی یعنی واقعہ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پھر انہوں نے حدیث کی خواہش کی اس پر آیت اللہ نَزَلَ الخ اتری۔

پس قصے کے ارادے پر بہترین قصہ اور بات کے ارادے پر بہترین بات نازل ہوئی۔ اس جگہ جہاں کہ قرآن کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔ مناسب ہے کہ ہم مسند احمد کی اس حدیث کو بھی بیان کر

دیں جس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کسی اہل کتاب سے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی۔ اسے لے کر آپؐ حاضر حضور ہوئے اور آپؐ کے سامنے اسے سنانے لگے۔ آپؐ سخت غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے 'اے خطاب کے لڑکے' کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کو نہایت روشن اور واضح طور پر لے کر آیا ہوں۔ تم ان اہل کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو۔ ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں اور تم اسے جھٹلا دو اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچا سمجھ لو۔ سنو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی سوائے میری تابعداری کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے آپؐ سے کہا کہ بنو قریظہ قبیلہ کے میرے ایک دوست نے تورات میں سے چند جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں۔ تو کیا میں انہیں آپؐ کو سناؤں؟ آپؐ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے کہا کہ اے عمرؓ کیا تم حضور ﷺ کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے؟ اب حضرت عمرؓ کی نگاہ پڑی تو آپؐ کہنے لگے 'ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر دل سے رضامند ہیں۔ تب آپؐ کے چہرہ سے غصہ دور ہوا اور فرمایا 'اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اگر تم میں خود حضرت موسیٰ ہوتے، پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے۔ امتوں میں سے میرا حصہ تم ہو اور نبیوں میں سے تمہارا حصہ میں ہوں۔

ابو یعلیٰ میں ہے کہ سوس کا رہنے والا قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپؐ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام فلاں فلاں ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں پوچھا تو سوس میں مقیم ہے؟ اس نے کہا ہاں تو آپؐ کے ہاتھ میں جو خوشہ تھا، اسے مارا۔ اس نے کہا امیر المؤمنین میرا کیا قصور ہے؟ آپؐ نے فرمایا بیٹھ جا۔ میں بتاتا ہوں۔ پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسی سورت کی آیتیں لکھیں۔ تین مرتبہ ان آیتوں کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اسے مارا۔ اس نے پھر پوچھا کہ امیر المؤمنین میرا قصور کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا تو نے دانیال کی کتاب لکھی ہے۔ اس نے کہا، پھر جو آپؐ فرمائیں۔ میں کرنے کو تیار ہوں، آپؐ نے فرمایا جا اور گرم پانی اور سفید روئی سے اسے بالکل مٹا دے۔ خبردار آج کے بعد سے نہ اسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا۔ اب اگر میں نے اس کے خلاف سنا کہ تو نے خود اسے پڑھایا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا کروں گا کہ عبرت بنے۔ پھر فرمایا بیٹھ جا ایک بات سنتا جا۔ میں نے جا کر اہل کتاب کی ایک کتاب لکھی۔ پھر اسے چڑے میں لئے ہوئے حضور علیہ السلام کے پاس آیا۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں۔ اس پر آپؐ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصے کی وجہ سے آپؐ کے رخسار پر سرخی نمودار ہو گئی۔ پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے۔ اسی وقت انصار نے ہتھیار سنبھال لئے کہ کسی نے حضور ﷺ کو ناراض کر دیا ہے اور منبر نبویؐ کے چاروں طرف وہ لوگ ہتھیار بند بیٹھ گئے۔ اب آپؐ نے فرمایا 'لوگو میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں اور پھر میرے لئے بہت ہی اختصار کیا گیا ہے میں اللہ کے دین کی باتیں بہت سفید اور نمایاں لایا ہوں۔ خبردار تم بہک نہ جانا۔ گہرائی میں اترنے والے کہیں تمہیں بہکانہ دیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے میں تو یا رسول اللہ اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر آپؐ کے رسول ﷺ ہونے پر دل سے راضی ہوں۔ اب حضور ﷺ منبر سے اترے۔ اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن اسحاق کو محدثین ضعیف کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ ان کی حدیث کو صحیح نہیں لکھتے۔ میں کہتا ہوں اس کا ایک شاہد اور سند سے حافظ ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی لائے ہیں کہ خلافت فاروقی کے زمانے میں آپؐ نے محسن کے چند آدمی بلائے۔ ان میں دو شخص وہ تھے جنہوں نے یہودیوں سے چند باتیں منتخب کر کے لکھ لی تھیں۔ وہ اس مجموعے کو بھی اپنے ساتھ لائے تاکہ حضرت عمرؓ سے دریافت کر لیں۔ اگر آپؐ نے اجازت دی تو ہم اس میں اسی جیسی اور



باتیں بھی بڑھالیں گے ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے۔ یہاں آ کر انہوں نے کہا کہ ”امیر المومنین یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جن سے ہمارے روٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں یا بالکل ہی نہ لیں؟“ آپؐ نے فرمایا شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں؟ سنو میں اس میں فیصلہ کن واقعہ سناؤں۔ میں حضور ﷺ کے کے زمانے میں خیر گیا۔ وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے اس سے درخواست کی اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں۔ میں نے واپس آ کر حضور ﷺ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ وہ لے کر آؤ۔ میں خوشی خوشی چلا کہ شاید حضور ﷺ کو میرا یہ کام پسند آ گیا۔ لا کر میں نے اس کا پڑھنا شروع کیا۔ اب جو ذرا سی دیر کے بعد میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضور ﷺ تو سخت ناراض ہیں۔ میری زبان سے تو ایک حرف بھی نہ نکلا اور مارے خوف کے میرا روال روال کھڑا ہو گیا۔ میری یہ حالت دیکھ کر اب آپؐ نے ان تحریروں کو اٹھالیا اور ان کا ایک ایک حرف منانا شروع کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے کہ دیکھو خبردار ان کی نہ ماننا۔ یہ تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں اور یہ تو دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے اس ساری تحریر کا ایک حرف بھی باقی نہ رکھا۔ یہ سنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوتیں تو میں تمہیں ایسی سزا کرتا جو اوروں کے لئے عبرت ہو جائے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم ہرگز ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔ باہر آتے ہی جنگل میں جا کر انہوں نے اپنی وہ تختیاں گڑھا کھود کر دفن کر دیں۔ مراہیل ابی داؤد میں بھی حضرت عمرؓ سے ایسی ہی روایت ہے۔ واللہ اعلم۔

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا  
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ﴿۵﴾

جب کہ یوسف نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ اباجی میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج چاند کو دیکھا اور دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں ○

بہترین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام: ☆ ☆ (آیت ۴) حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ”کریم بن کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ (بخاری) آنحضرت ﷺ سے سوال ہوا کہ سب لوگوں میں زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا مقصود ایسا عام جواب نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر سب لوگوں میں زیادہ بزرگ حضرت یوسف ہیں جو خود نبی تھے جن کے والد نبی تھے جن کے دادا نبی تھے جن کے پردادا نبی اللہ اور خلیل اللہ تھے۔ انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ آپؐ نے فرمایا پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا سنو جاہلیت کے زمانے میں جو ممتاز اور شریف تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی دیے ہی شریف ہیں جب کہ انہوں نے دینی سمجھ حاصل کر لی ہو (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبیوں کے خواب اللہ کی وحی ہوتے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔ اور سورج چاند سے مراد آپ کے والد اور والدہ ہیں۔ اس خواب کی تعبیر خواب دیکھنے کے چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ بعض کہتے ہیں اسی برس کے بعد ظاہر ہوئی۔ جب کہ آپ نے اپنے ماں باپ کو تخت شاہی پر بٹھایا۔ اور گیارہ بھائی آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا کہ میرے مہربان باپ یہ دیکھئے آج اللہ تعالیٰ نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہستانہ نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے۔ آپؐ خاموش رہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہو کر آپ کو نام بتائے۔ آپؐ نے اسے بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتا دوں تو تو مسلمان

ہو جائے گا؟ اس نے اقرار کیا تو آپؑ نے فرمایا، سنو ان کے نام یہ ہیں۔ جریان - طارق - ذیال - ذوالکفین - قابل - وثاب - عمودان - فلیق - مسیح - فردخ - فرغ - یہودی نے کہا ہاں ہاں اللہ کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ (ابن جریر) یہ روایت دلائل بیہقی میں اور ابویعلیٰ بزار اور ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ ابویعلیٰ میں یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ خواب اپنے والد صاحب سے بیان کیا تو آپؑ نے فرمایا۔ ”یہ سچا خواب ہے۔ یہ پورا ہو کر رہے گا۔“ آپؑ فرماتے ہیں سورج سے مراد باپ ہیں اور چاند سے مراد ماں ہیں۔ لیکن اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فزاری منفرد ہیں جنہیں بعض اماموں نے ضعیف کہا ہے اور اکثر نے انہیں متروک کر رکھا ہے۔ یہی حسن یوسف کی روایت کے راوی ہیں۔ انہیں چاروں ہی ضعیف کہتے ہیں۔

قَالَ يَبْنِي لَا تَقْصُصْ رُيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا ۖ  
إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝

یعقوب نے کہا پیارے بچے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں شیطان تو انسان کا صریح دشمن ہے ○

یعقوب علیہ السلام کی تعبیر اور ہدایات: ☆ ☆ (آیت ۵): حضرت یوسفؑ کا یہ خواب سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اسے بھائیوں کے سامنے نہ دہرانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اور بھائی آپ کے سامنے پست ہوں گے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت و تعظیم کے لئے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں۔ اس لیے بہت ممکن ہے کہ اس خواب کو سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکاوے میں آ کر ابھی سے وہ تہاری دشمنی میں لگ جائیں۔ اور حسد کی وجہ سے کوئی نا معقول طریق کار کر کے لگن اور کسی حیلے سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے۔ فرماتے ہیں ’تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کر دو۔ اور جو شخص کوئی ایسا برا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھکا کر دے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے۔ اس صورت میں اسے وہ خواب کوئی نقصان نہ دے گا۔ مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرند کے پاؤں پر ہے۔ ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہوگئی پھر وہ ہو جاتا ہے۔ اسی سے یہ حکم بھی لیا جاسکتا ہے کہ نعمت کو چھپانا چاہئے جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہو جائے اور ظاہر نہ ہو جائے جیسے کہ ایک حدیث میں ہے۔ ضرورتوں کے پورا کرنے پر ان کے چھپانے سے بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ شخص جسے کوئی نعمت ملے لوگ اس کے حسد کے درپے ہو جاتے ہیں۔

وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ  
وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ  
أَبُولَيْك مِنْ قَبْلُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝  
لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِّلْمُتَلَبِّينَ ۝ إِذْ قَالُوا  
لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا نَحْنُ عُصْبَةٌ ۚ إِنَّ أَبَانَا

## لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨﴾

اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا پروردگار اور تجھے باتوں کی کل بھائی بھی سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھے بھرپور عطا فرمائے گا اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو دادوں یعنی ابراہیم و اسحاق کو بھی بھرپور اپنی نعمت دی یقیناً تیرا رب بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمتوں والا ہے ○ یقیناً یوسف اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لئے بڑے بڑے نشان ہیں ○ جب کہ انھوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی بہ نسبت ہمارے باپ کو بہت زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم طاقت و جماعت ہیں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابا صریح غلطی میں ہیں ○

بشارت اور نصیحت بھی: ☆ ☆ (آیت ۶: ) حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انہیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں کہ جس طرح خواب میں اس نے تمہیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمہیں بلند مرتبہ نبوت کا بھی عطا فرمائے گا۔ اور تمہیں خواب کی تعبیر سکھا دے گا۔ اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دے گا یعنی نبوت۔ جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمہارا دادا اور پردادا تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے؟

یوسف علیہ السلام کے خاندان کا تعارف: ☆ ☆ (آیت ۷-۸) فی الواقع حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان کا دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے۔ حضرت یوسف کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے باقی سب بھائی دوسری ماں سے تھے یہ سب آپس میں کہتے ہیں کہ واللہ ابا جان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ہم پر جو جماعت ہیں ان کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں۔ یقیناً یہ تو والد صاحب کی صریح غلطی ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر دراصل کوئی دلیل نہیں۔ اور اس آیت کا طرز بیان تو بالکل اس کے خلاف پر ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہیں نبوت ملی لیکن یہ چیز بھی محتاج دلیل ہے اور دلیل میں آیت قرآنی قُولُوا آمَنَّا مِنْ سَبْعَةِ سُبُوٰلٍ سے لفظ اسباط پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اس لئے کہ بطون نبی اسرائیل کو اسباط کہا جاتا ہے جیسے کہ عرب کو قبائل کہا جاتا ہے اور عجم کو شعوب کہا جاتا ہے پس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط پر وحی الہی نازل ہوئی انہیں اس لئے اجمالاً ذکر کیا گیا کہ یہ بہت تھے لیکن ہر سبط برادران یوسف میں سے ایک کی نسل تھی۔ پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص ان بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تھا واللہ اعلم۔

اَقْتُلُوا يُوسُفَ اَوْ ظَرَحُوْهُ اَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهَ اَبِيكُمْ  
وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهِ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴿٩﴾ قَالَ قٰبِلٌ مِّنْهُمْ  
لَا تَقْتُلُوْا يُوسُفَ وَالْقَوَّةُ فِيْ غَيْبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُهَا  
بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿١٠﴾

یوسف کو تو ماری ڈالو یا اسے کسی نامعلوم جگہ پہنچا دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے اس کے بعد تم صلاحیت والے ہو جانا ○ ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی گمنام کنویں کی تہہ میں ڈال آؤ کہ اسے کوئی راہ قافلہ اٹھالے جائے اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو ○

(آیت ۹-۱۰) پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو نہ رہے بانس نہ بجے بانسری یوسف کا ہتھایا کالو۔ نہ یہ ہونہ ہماری راہ کا کٹا بنے۔ ہم ہی ہم نظر آئیں اور ابا کی محبت صرف ہمارے ہی ساتھ رہے۔ اب اسنے باپ سے ہٹانے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے مار

ہی ڈالو۔ یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو۔ اور یہ واردات کر کے پھر نیک بن جانا تو بہ کر لینا اللہ معاف کرنے والا ہے۔

یہ سن کر ایک نے مشورہ دیا جو سب سے بڑا تھا اور اس کا نام روئیل تھا۔ کوئی کہتا ہے یہود تھا کوئی کہتا ہے شمعون تھا۔ اس نے کہا بھی یہ تو نا انصافی ہے بے وجہ بے قصور صرف عداوت میں آ کر خون ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں یہ بھی کچھ اللہ کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتل یوسف کی قوت ہی نہ تھی۔ منظور رب تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے بادشاہ بنائے اور انہیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے پس ان کے دل روئیل کی رائے سے نرم ہو گئے اور طے ہوا کہ اسے کسی غیر آباد کنویں کی تہ میں پھینک دیں قنادہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا انہیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گزریں اور وہ اسے اپنے قافلے میں لے جائیں پھر کہاں یہ اور کہاں ہم؟ جب گڑ دیئے کام نکلتا ہو تو زہریوں دو؟ بغیر قتل کے مقصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں ہاتھ خون آلود کروان کے گناہ کا تصور تو کر دے رشتے داری کے توڑنے باپ کی نافرمانی کرنے چھوٹے پر ظلم کرنے بے گناہ کو نقصان پہنچانے بڑے بوڑھے کو ستانے اور حقدار کا حق کاٹنے حرمت و فضیلت کا خلاف کرنے بزرگی کو ٹالنے اور اپنے باپ کو دکھ پہنچانے اور اسے اس کے کلیجے کی ٹھنڈک اور آنکھوں کے سکھ سے ہمیشہ کے لئے دور کرنے اور بوڑھے باپ اللہ کے لاڈلے پیغمبر کو اس بڑھاپے میں ناقابل برداشت صدمہ پہنچانے اور اس بے سمجھ بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں۔ اللہ کے دونیوں کو دکھ دینا چاہتے ہیں محبوب و محبت میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں سکھ کی جانوں کو دکھ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ پھول سے نازک بے زبان بچے کو اس کے مشفق مہربان بوڑھے باپ کی نرم گرم گودی سے الگ کرتے ہیں۔ اللہ انہیں بخشے آہ شیطان نے کیسی اٹنی پڑھائی ہے۔ اور انہوں نے بھی کیسی بدی پر کمر باندھی ہے۔

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَصْحُونَ ﴿١١﴾  
 أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ﴿١٢﴾ قَالَ إِنِّي  
 لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ  
 غٰفِلُونَ ﴿١٣﴾ قَالُوا لَيْنَ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذَا  
 لَخٰسِرُونَ ﴿١٤﴾

کہنے لگے کہ ابا آخر آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں ○ کل آپ اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پئے اور کھیلے کودے اس کی حفاظت کے ہم ڈے دار ہیں ○ کہا اسے تمہارا لے جانا مجھے تو سخت صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی کھکا لگا رہے گا کہ کہیں تمہاری غفلت میں اسے بھیڑ یا کھا جائے ○ انھوں نے جواب دیا کہ ہم جیسی زور دار جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑ یا کھا جائے تو تو ہم بالکل عاجز ہی ہوئے ○

بڑے بھائی کی رائے پر اتفاق ☆ ☆ (آیت ۱۱-۱۲) بڑے بھائی روئیل کے سمجھانے پر سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنویں میں ڈال آئیں۔ اس کے طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکہ دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب مل کر باپ کے پاس آئے۔ باوجودیکہ تھے بداندیش بدخواہ برا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی

باتوں میں پھنسانے کے لئے اور اپنی گہری سازش میں انہیں الجھانے کے لئے پہلے ہی جال بچھاتے ہیں کہ باجی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسف کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟ - یرْتَعُ وَيَلْعَبُ کی دوسری قرات ترتع و نلعب بھی ہے۔ باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی یوسف کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے۔ ان کا جی خوش ہو گا دو گھڑی کھیل کود لیں گے، ہنس بول لیں گے، آزادی سے چل پھر لیں گے۔ آپ بے فکر رہئے، ہم سب اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ ہر وقت دیکھ بھال رکھیں گے۔ آپ ہم پر اعتماد کیجئے ہم اس کے نگہبان ہیں۔

انجانے کے خطرے کا اظہار: ☆ ☆ (آیت: ۱۳-۱۴) نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس طلب کا کہ بھائی یوسف کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے جواب دیتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے تم اسے لے جاؤ گے، مجھ پر اس کی اتنی دیر کی جدائی بھی شاق گزرے گی۔ حضرت یعقوب کی اس بڑھی ہوئی محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت یوسف کے چہرے پر خیر کے نشان دیکھ رہے تھے۔ نبوت کا نور پیشانی سے ظاہر تھا۔ اخلاق کی پاکیزگی ایک ایک بات سے عیاں تھی صورت کی خوبی، سیرت کی اچھائی کا بیان تھی اللہ کی طرف سے دونوں باپ بیٹوں پر صلوة و سلام ہو۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے تم اپنی بکریوں کے چرانے چگانے اور دوسرے کاموں میں مشغول رہو اور اللہ نہ کرے کوئی بھیڑ یا آکر اس کا کام تمام کر جائے۔ اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ آہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسالیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے یوسف کو الگ کر کے ابا کے سامنے یہی گھڑنت گھڑ دیں گے۔ اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے کیا خوب سوچا ہماری جماعت کی جماعت قوی اور طاقتور موجود ہو اور ہمارے بھائی کو بھیڑ یا کھا جائے؟ بالکل ناممکن۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر تو ہم سب بے کار بنکے عاجز نقصان والے ہی ہوئے۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غِيَابِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۵﴾

پھر جب اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنویں کی تہ میں پھینک دیں، ہم نے یوسف کی طرف وحی کی کہ یقیناً وقت آ رہا ہے کہ تو انہیں اس ماجرے کی خبر اس حال میں دے کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں ○

بھائی اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گئے: ☆ ☆ (آیت: ۱۵) سمجھا بھجا کر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا۔ اور حضرت یوسف کو لے کر چلے جنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسف علیہ السلام کو کسی غیر آباد کنویں کی تہ میں ڈال دیں۔ حالانکہ باپ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ اس کا جی پہلے گا، ہم اسے عزت کے ساتھ لے جائیں گے۔ ہر طرح خوش رکھیں گے۔ اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوش رہے گا۔ یہاں آتے ہی غداری شروع کر دی اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل سخت کر لیا۔ باپ نے ان کی باتوں میں آ کر اپنے لخت جگر کو ان کے سپرد کر دیا جاتے ہوئے سینے سے لگا کر پیار پچکار کر دعائیں دے کر رخصت کیا۔ باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذا میں دینی شروع کر دیں برا بھلا کہنے لگے اور چاٹنا چٹول سے بھی باز نہ رہے۔ مارتے پیٹتے، برا بھلا کہتے اس کنویں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنویں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے مایوس ہو گئے سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنویں میں لٹکا دیا آپ نے کنویں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا آدھی دور آپ پہنچے ہوں گے کہ

انہوں نے رسی کاٹ دی آپؑ میں جا گرے کنویں کے درمیان میں ایک پتھر تھا جس پر آپؑ آ کر کھڑے ہو گئے۔ عین اس مصیبت کے وقت عین اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی جانب وحی کی کہ آپؑ کا دل مطمئن ہو جائے آپؑ صبر و برداشت سے کام لیں اور انجام کا آپؑ کو علم ہو جائے۔ وحی میں فرمایا گیا کہ تم تکلیفیں نہ ہو یہ نہ سمجھو کہ یہ مصیبت دور نہ ہوگی۔ سن اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی دے گا۔ اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی۔ ان بھائیوں پر اللہ تجھے غلہ دے گا یہ گو تجھے پست کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کی چاہت ہے کہ وہ تجھے بلند کرے یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے ہیں وقت آئے گا کہ تو انہیں ان کے اس کروت کو یاد دلانے کا اور یہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے اپنے قصور سن رہے ہوں گے اور انہیں یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ تو تو ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب بردران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپؑ نے تو انہیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ اس وقت آپؑ نے ایک پیالہ منگوایا اپنے ہاتھ پر رکھ کر اسے انگلی سے ٹھونکا۔ آواز نکلی ہی تھی اس وقت آپؑ نے فرمایا لو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہارے متعلق ہی کچھ خبر دے رہا ہے یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا ایک یوسف نامی سوتیلا بھائی تھا۔ تم اسے باپ کے پاس سے لے گئے اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ پھر اسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کا ن لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے اور وہاں جا کر ان سے کہہ دیا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیے نے کھالیا۔ اب تو یہ حیران ہو گئے اور آپؑ پس میں کہنے لگے ہائے برا ہوا بھانڈا پھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ پس یہی ہے جو آپؑ کو کنویں میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کروت کو تو انہیں ان کی بے شعوری میں جتانے کا۔

وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴿١٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ  
وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا  
وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ  
سَوَّلَتْ لَكُمُ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ  
عَلَى مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾

رات کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے ○ اور کہنے لگے ابائی ہم تو آپؑ میں شریطہ دوڑ میں لگ گئے یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تھا جو اسے بھیڑیا کھا گیا آپؑ تو ہماری بات باور کرنے کے نہیں گو ہم بالکل سچے ہی ہوں ○ یوسف کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے باپ نے کہا یوں نہیں بلکہ تم نے اپنے دل سے ہی ایک بات بنالی ہے پس صبر ہی بہتر ہے تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے ○

بھائیوں کی واپسی اور معذرت: ☆☆ (آیت: ۱۶-۱۸) چپ چاپ ننھے بھیا پر اللہ کے معصوم نبی پر باپ کی آنکھ کے تار پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ کراہت ہوئے باپ کے پاس سرخ رو ہونے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے غمرہ ہو کر روتے ہوئے پہنچے۔ اور اپنے ملال کا یوسف کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیرا اندازی اور دوش شروع کی۔ چھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیڑیا آ گیا اور بھائی کا لقمہ بنالیا چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر چنانے اور ٹھیک باور کرانے کے لئے پانی سے پہلے بند باندھتے ہیں کہ ہم اگر آپؑ کے نزدیک سچے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ آپؑ ہمیں سچا ماننے میں تامل کرتے۔ پھر جب کہ پہلے ہی

سے آپ نے اپنا ایک کھٹکا ظاہر کیا ہو اور خلاف ظاہر واقعہ میں ہی اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تو ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے۔ ہیں تو ہم سچے ہی۔ لیکن آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک حد تک حق بجانب ہیں۔

کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے ہم خود حیران ہیں کہ یہ ہو کیا گیا؟۔ یہ تو تھا زبانی کھیل ایک کام بھی اسی کے ساتھ کر لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچے کو ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف کا پیرا ہن داغدار کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے کہ دیکھو یہ ہیں یوسف بھائی کے خون کے دھبے ان کے کرتے پر۔ لیکن اللہ کی شان چور کے پاؤں کہاں؟ سب کچھ تو کیا لیکن کرتا پھاڑنا بھول گئے۔ اس لئے باپ پر سب مکر کھل گیا۔ لیکن اللہ کے نبی نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں گونہ کہا تا ہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ باجی کو ہماری بات چچی نہیں فرمایا کہ تمہارے دل نے یہ تو ایک بات بنادی ہے۔ خیر میں تو تمہاری اس مذہبوجی حرکت پر صبر ہی کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مہر و کرم سے اس دکھ کو نال دے۔ تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک محال چیز پر مجھے یقین دلارہے ہو اس پر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اس کی مدد شامل حال رہی تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ کرتا دیکھ کر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بیٹھریا یوسف کو کھا گیا اس کا پیرا ہن خون آلود ہوا مگر کہیں سے ذرا بھی نہ پھٹا۔ خیر میں صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ کوئی گھبراہٹ ہو۔ کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے اپنی مصیبت کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اپنے دل کا دکھ کسی کے سامنے نہ رونا۔ اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان کیا ہے جس میں آپ پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے واللہ میری اور تمہاری مثال حضرت یوسف کے باپ کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اب صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہی گئی ہے۔

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَهُ قَالَ  
لِبَشَرِي هَذَا غُلْمٌ وَأَسْرَوْهُ بِضَاعَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾  
وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ  
الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾

ایک قافلہ آیا انھوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکا دیا کہنے لگا واہ خوشی کی بات ہے یہ تو نو جوان بچہ ہے انھوں نے اسے مال تجارت قرار دے کر چھپا دیا اللہ باخبر تھا اس سے جوہ کر رہے تھے ○ بھائیوں نے اسے بہت ہی ہلکی قیمت پر کنتی کے چند درہموں پر ہی بیچ ڈالا وہ تو یوسف کے بارے میں بہت ہی بے رغبت تھے ○

کنوئیں سے بازار مضر تک: ☆☆ (آیت: ۱۹-۲۰) بھائی تو حضرت یوسف کو کنوئیں میں ڈال کر چل دیئے۔ یہاں تین دن آپ کو اسی اندھیرے کنوئیں میں! کیلے گزر گئے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کنوئیں میں گرا کر بھائی تماشا دیکھنے کے لئے اس کے آس پاس ہی دن بھر پھرتے رہے کہ دیکھیں وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ قدرت اللہ کی ایک قافلہ وہیں سے گزرا۔ انہوں نے اپنے ستے کو پانی کے لئے بھیجا۔ اس نے اسی کونے میں ڈول ڈالا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی کو مضبوط تھام لیا اور بجائے پانی کے آپ باہر نکلے۔ وہ آپ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا رہ نہ سکا با آواز بلند کہہ اٹھا کہ لو سبحان اللہ یہ تو نو جوان بچہ آگیا۔ دوسری قرات اس کی یا بشر ای بھی ہے۔



پس اگر انہیں اس کی بے رغبتی ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے؟ پس ترجیح اسی بات کو ہے کہ یہاں مراد بھائیوں کا حضرت یوسف کو گرے ہوئے نرخ پر بیچ ڈالنا ہے۔ نجس سے مراد حرام اور ظلم بھی ہے۔ لیکن یہاں وہ مراد نہیں لی گئی۔ کیونکہ اس قیمت کی حرمت کا علم تو ہر ایک کو ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نبی بن نبی بن نبی بن خلیل الرحمن علیہم السلام تھا پس آپ کو تو کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے۔ پس یہاں مراد ناقص کم تھوڑی اور کھوٹی بلکہ برائے نام قیمت پر بیچ ڈالنا ہے باوجود اس کے وہ ظلم و حرام بھی تھا۔ بھائی کو بیچ رہے ہیں اور وہ بھی کوڑیوں کے مول۔ چند درہموں کے بدلے بیس یا بائیس یا چالیس درہم کے بدلے۔ یہ دام لے کر آپس میں بانٹ لئے۔ اور اس کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی انہیں نہیں معلوم تھا کہ اللہ کے ہاں ان کی کیا قدر ہے؟ وہ کیا جانتے تھے کہ یہ اللہ کے نبی بننے والے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا قافلے کے پیچھے ہو لئے اور ان سے کہنے لگے دیکھو اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے اسے مضبوط باندھ دو کہیں تمہارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے۔ اسی طرح باندھ باندھ مصر تک پہنچے اور وہاں آپ کو بازار میں لے جا کر بیچنے لگے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے گا۔ پس شاہ مصر نے آپ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِمَرَاتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ  
 أَن يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا ۖ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي  
 الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ  
 وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ  
 حُكْمًا وَعِلْمًا ۖ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

مصر والوں میں سے جس نے اسے خریدا تھا اس نے بیوی سے کہا کہ اسے بہت عزت و احترام کے ساتھ رکھو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں فائدے پہنچائے یا اسے ہم اپنا ہی بنالیں یوں ہم نے مصر کی سرزمین میں یوسف کا قدم جمادیا کہ ہم اسے خواب کی تعبیر کا کچھ علم سکھادیں اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں ○ جب یوسف پوری طاقت کی عمر کو پہنچ گیا ہم نے اسے دانائی اور علم دیا ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں ○

بازار مصر سے شاہی محل تک: ☆ ☆ (آیت: ۲۱-۲۲) رب کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپ کو مصر میں خریدا اللہ نے اس کے دل میں آپ کی عزت و وقعت ڈال دی - اس نے آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر و صلاح ہے۔ یہ مصر کا وزیر تھا۔ اس کا نام قطفیر تھا۔ کوئی کہتا ہے اس کے باپ کا نام دو حبیب تھا یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا۔ مصر کی سلطنت اس وقت ریان بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ یہ عمالیت میں سے ایک شخص تھا۔ عزیز مصر کی بیوی صاحبہ کا نام راعیل تھا۔ کوئی کہتا ہے زلیخا تھا۔ یہ راعیل کی بیٹی تھیں۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپ کو خریدا اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عتق بن مدیان بن ابراہیم تھا۔ واللہ اعلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ دور بین اور دور رس اور انجام پر نظریں رکھنے والے اور عقلمندی سے تاثر لینے والے تین شخص گزرے ہیں۔ ایک تو یہی عزیز مصر کہ بیک نگاہ حضرت یوسف کو تاثر گیا اور جاتے ہی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح آرام سے رکھو۔ دوسرے وہ بچی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیک نگاہ جان لیا اور جا کر باپ سے کہا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے یہ قوی اور باامانت شخص ہے۔ تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمرؓ سے شخص کو سونپی۔

یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑایا پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جمادیا۔ کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں۔ اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے؟ وہ سب پر غالب ہے سب اس کے سامنے عاجز ہیں جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے کر چکتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں نہ اس کی حکمت کو مانتے ہیں نہ اس کی حکمت کو جانتے ہیں نہ اس کی باریکیوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے نہ وہ اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ جب آپ کی عقل کامل ہوئی جب جسم اپنی نشوونما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپ کو مخصوص کیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہم نیک کاروں کو اسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس ۳۳ برس کی عمر ہے۔ یا تیس سے کچھ اوپر کی یا بیس کی یا چالیس کی یا پچیس کی یا تیس کی یا اٹھارہ کی۔ یا مراد جوانی کو پہنچنا ہے اور اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں واللہ اعلم۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ  
وَقَالَتْ هَيْت لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا  
يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۵۳﴾

اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھا یوسف کو بہلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی تمہیانی چھوڑ دے دروازے بند کر کے کہنے لگی اور آ جاؤ یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! عزیز مصر میرا سردار ہے مجھے اس نے بہت ہی اچھی طرح رکھا ہے بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا ○

زلیخا کی بد نیتی سے الزام تک: ☆ ☆ (آیت: ۲۳) عزیز مصر جس نے آپ کو خرید لیا تھا اور بہت اچھی طرح اولاد کے مثل رکھا تھا اپنی گھر والی سے بھی تاکید ا کہہ دیا تھا کہ انہیں کسی طرح تکلیف نہ ہو عزت و اکرام سے انہیں رکھو۔ اس عورت کی نیت میں کھوٹ آ جاتی ہے۔ جمال یوسف پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ دروازے بھیڑ کر بن سنور کر برے کام کی طرف یوسف کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسف بڑی سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سردار ہے۔ اس وقت اہل مصر کے محاررے میں بڑوں کے لئے یہی لفظ بولا جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں تمہارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے وہ میرے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں۔ یاد رکھو چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ هَيْت لَكَ کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں بعض قبلی زبان کا بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں بعض حورانیہ کا لغت بتاتے ہیں۔ کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے اہل حوران کا یہ لغت ہے حجاز میں آ گیا ہے۔ اہل حوران کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہمارا لغت ہے۔ امام ابن جریر نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے۔ اس کی دوسری قرأت هیت بھی ہے پہلی قرأت کے معنی تو آؤ کے تھے اس کے معنی ہیں میں تیرے لئے تیار ہوں بعض لوگ اس قرأت کا انکار ہی کرتے ہیں۔ ایک قرأت هیت بھی ہے۔ یہ قرأت غریب ہے۔ ایک قرأت هیت بھی ہے۔ عام مدنی لوگوں کی یہی قرأت ہے۔ اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قاریوں کی قرأتیں قریب قریب ہیں پس جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو۔ گہرائی سے اور اختلاف سے اور لعن طعن سے اور اعتراض سے بچو اس لفظ کے یہی معنی ہیں کہ آ۔ اور سامنے ہو وغیرہ۔ پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا۔ یعنی هَيْت نہ کہ هِيْتُ۔ یہ لفظ تذکیرانیہ واحد ثانیہ جمع سب کے لئے یکساں ہوتا ہے۔ جیسے هَيْت لَكَ هَيْت لَكُمْ هَيْت لَكُمْ هَيْت لَكُمْ هَيْت لَكُمْ۔

وَلَقَدْ هَمَمْتُ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿۵۴﴾

اس عورت نے یوسف کی طرف کا قصد کیا اور یوسف نے اس کا اگر نہ ہوتی یہ بات کہ دیکھ لے وہ اپنے پروردگار کی دلیل یونہی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کریں بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا ○

یوسف علیہ السلام کے تقدس کا سبب: ☆ ☆ (آیت: ۲۳) سلف کی ایک جماعت سے تو اس آیت کے بارے میں وہ مروی ہے جو ابن

جبرِ وغیرہ لائے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصد اس عورت کے ساتھ صرف نفس کا کھٹکا تھا۔ بغوی کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا فرمان ہے کہ جب میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کی نیکی لکھ لو۔ اور جب اس نیکی کو کر گزرے تو اس جیسی دس گنی نیکی لکھ لو۔ اور اگر کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھ لو۔ کیونکہ اس نے میری وجہ سے اس برائی کو چھوڑا ہے۔ اور اگر اس برائی کو کر ہی گزرے تو اس کے برابر اسے لکھ لو۔ اس حدیث کے الفاظ اور بھی کئی ایک ہیں اصل بخاری مسلم میں بھی ہے۔ ایک قول ہے کہ حضرت یوسف نے اسے مارنے کا قصد کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اسے بیوی بنانے کی تمنا کی تھی۔ ایک قول ہے کہ آپ قصد کرتے اگر دلیل نہ دیکھتے لیکن چونکہ دلیل دیکھی تصد نہیں فرمایا۔ لیکن اس قول میں عربی زبان کی حیثیت سے کلام ہے جسے امام ابن جریر وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔ یہ تو تھے اقوال قصد یوسف کے متعلق وہ دلیل جو آپ نے دیکھی اس کے متعلق بھی اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں اپنے والد حضرت یعقوبؑ کو دیکھا کہ گویا وہ اپنی انگلی منہ میں ڈالے کھڑے ہیں۔

اور حضرت یوسفؑ کے سینے پر آپؐ نے ہاتھ مارا کہتے ہیں اپنے سردار کی خیالی تصویر سامنے آگئی کہتے ہیں آپؐ کی نظر چمکتی کی طرف اٹھ گئی دیکھتے ہیں کہ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے لَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا خبردار زنا کے قریب بھی پھٹکنا بڑی بے حیائی اور اللہ کے غضب کا کام ہے اور وہ بڑا ہی برا راستہ ہے۔ کہتے ہیں تین آیتیں لکھی ہوئی تھیں۔ ایک تو إِنَّ عَلَيْنَا لَلْخَفِيزِينَ تَمْر بنگھبان مقرر ہیں۔ دوسری وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ تَم جس حال میں ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ تیسری آیت اَفَمَنْ هُوَ قَاتِلُهُمُ الرَّحْمَٰنُ فَهُوَ عَمَلٌ بے رحمی کا ہے کہتے ہیں کہ چار آیتیں لکھی پائیں تین وہی جو اوپر ہیں اور ایک حرمت زنا کی جو اس سے پہلے ہے۔ کہتے ہیں کہ کوئی آیت دیوار پر ممانعت زنا کے بارے میں لکھی ہوئی پائی۔ کہتے ہیں ایک نشان تھا جو آپؐ کے ارادے سے آپؐ کو روک رہا تھا۔ ممکن ہے وہ صورت یعقوب ہو۔ اور ممکن ہے اپنے خریدنے والے کی صورت ہو۔ اور ممکن ہے آیت قرآنی ہو کوئی ایسی صاف دلیل نہیں کہ کسی خاص ایک چیز کے فیصلے پر ہم پہنچ سکیں پس بہت ٹھیک راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اسے یونہی مطلق چھوڑ دیا جائے جیسے کہ اللہ کا فرمان میں بھی اطلاق ہے۔ (اسی طرح قصہ کو بھی) پھر فرماتا ہے ہم نے جس طرح اس وقت اسے ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچا لیا اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے اور اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھتے رہے۔ وہ تھا بھی ہمارا برگزیدہ پسندیدہ بہترین اور مخلص بندہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر درود و سلام نازل ہوں۔

وَأَسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا  
الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ  
أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٥٠﴾ قَالَ هِيَ رَأَوْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ  
مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ  
مِنَ الْكَذِبِينَ ﴿٥١﴾ وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ  
وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٥٢﴾ فَلَمَّا رَأَوْا قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ  
مِنَ الْكَادِبِينَ ﴿٥٣﴾ إِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيمٌ ﴿٥٤﴾ يُوسُفُ أَعْرَضَ عَنْ

## هَذَا وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ إِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخَاطِئِينَ

دونوں دروازے اور اس عورت نے یوسف کا کرتا پیچھے کی طرف سے کھینچ پھاڑ ڈالا۔ دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر دونوں کو مل گیا تو کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے بس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے ○ یوسف نے کہا یہ عورت ہی مجھے بہلا پھسلا کر میرے نفس کی حفاظت سے مجھے غافل کرانا چاہتی تھی، عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتا آگے سے پھنا ہوا ہے تو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹ بولنے والوں میں ہے ○ اور اگر اس کا پیرا ہن پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے ○ خاندان نے جو دیکھا کہ پیرا ہن پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے ○ خاندان نے دیکھا کہ پیرا ہن یوسف پیچھے کی جانب سے چاک کیا گیا ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تو عورتوں کے چھند ہیں بے شک تھک کڑے بھاری ہیں ○ یوسف اب اس بات کو آتی جاتی کرو اور اسے عورت تو اپنے گناہ سے توبہ کرے شک تو گنہگاروں میں ہے ○

الزام کی مدافعت اور بچے کی گواہی ☆ ☆ (آیت: ۲۵-۲۹) حضرت یوسف اپنے تئیں بچانیکے لئے وہاں سے دروازے کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپ کو پکڑنے کے ارادے سے آپ کے پیچھے بھاگی۔ پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ زور سے اپنی طرف کھینچا۔ جس سے حضرت یوسف پیچھے کی طرف گر جانے کے قریب ہو گئے لیکن آپ نے بھی آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی اس میں کرتا پیچھے سے بالکل بے طرح پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاندان موجود ہے اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام یوسف کے سر تھوپ دیا اور آپ اپنی پاک دائمی بلکہ عصمت اور مظلومیت جتانے لگی۔ سوکھا سامنہ بنا کر اپنے خاندان سے اپنی پیتا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے فرمائیے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ قید سخت یا بری مار سے کم تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہو سکتی۔ اب جب کہ حضرت یوسف نے اپنی آبرو کو خطرے میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت لگتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں، میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھیں یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا۔ اسی عورت کے قبیلے سے ایک گواہ نے گواہی دی۔ اور مع ثبوت و دلیل ان سے کہا کہ پھنے ہوئے پیرا ہن کو دیکھ لو اگر وہ سامنے کے رخ سے پھنا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اس نے اسے دھکے دیئے۔ روکا منع کیا ہٹایا اس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقعی تصور وار مرد ہے اور عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے۔ اور اگر اس کا کرتا پیچھے سے پھنا ہوا پاؤ تو عورت کے جھوٹ اور مرد کے سچ ہونے میں شبہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ عورت اس پر مائل تھی یہ اس سے بھاگا وہ دوڑی پکڑا کرتا ہاتھ میں آ گیا اس نے اپنی طرف کھینچا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا۔ کہتے ہیں یہ گواہ بڑا آدمی تھا جس کے منہ پر داڑھی تھی یہ عزیز مصر کا خاص آدمی تھا اور پوری عمر کا مرد تھا۔ اور زلیخا کے چچا کا لڑکا تھا زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی پس ایک قول تو اس گواہ کے متعلق یہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا دودھ پیتا گھوارے میں جھولتا بچہ تھا۔

ابن جریر میں ہے کہ چار چھوٹے بچوں نے جھٹپٹن میں ہی کلام کیا ہے اس پوری حدیث میں اس بچے کا بھی ذکر ہے جس نے حضرت یوسف صدیق کی پاک دائمی کی شہادت دی تھی۔ ابن عباس فرماتے ہیں چار بچوں نے کلام کیا ہے فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے۔ حضرت یوسف کے گواہ نے۔ جرتج کے صاحب نے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے۔ مجاہد نے تو ایک بالکل ہی غریب بات کہی ہے کہتے ہیں وہ صرف اللہ کا حکم تھا کوئی انسان تھا ہی نہیں۔ اسی تجویز کے مطابق جب زلیخا کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسف کے پیرا ہن کو

بچپے کی جانب سے پھٹا ہوا دیکھا۔ اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسفؑ سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے وہ یوسف صدیق پر تہمت لگا رہی ہے تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے۔ اس نوجوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام رکھ رہی ہو۔ تمہارے تریاچر تو ہیں ہی چکر میں ڈال دینے والے۔ پھر حضرت یوسف سے کہتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو بھول جائیے جانے دیجئے اس نامراد واقعہ کا پھر سے ذکر ہی نہ کیجئے۔ پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار کرو نرم آدمی تھا نرم اخلاق تھے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ وہ جان رہا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے اس نے وہ دیکھا ہے جس پر صبر کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے اسے ہدایت کر دی کہ اپنے برے ارادے سے توبہ کر۔ سراسر تو ہی خطا دار ہے۔ کیا خود اور الزام دوسروں کے سر رکھا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ  
نَفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۵﴾

شہر کی عورتوں میں یہ چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے جوان غلام کو اپنا مطلب نکالنے کے لئے بہلانے پھلانے میں لگی رہتی ہے۔ اس کے تودل میں یوسف کی محبت بیٹھ گئی ہے ہمارے خیال میں تو وہ صریح غلطی میں پڑ رہی ہے ○

داستان عشق اور حسینان مصر: ☆ ☆ (آیت: ۳۰) اس داستان محبت کی خبر شہر میں ہو گئی چرچے ہونے لگے۔ چند شریف زادیوں نے نہایت تعجب و حقارت سے اس قصہ کو دوہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے۔ شغف کہتے ہیں حد سے گزری ہوئی قاتل محبت کو اور شغف اس سے کم درجے کی ہوتی ہے دک کے پردوں کو عورتیں شغاف کہتے ہیں کہتی ہیں کہ عزیز کی بیوی صریح غلطی میں پڑی ہوئی ہے۔ ان غیبتوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو بھی چل گیا۔ یہاں لفظ مکر اس لئے بولا گیا ہے کہ بقول بعض خود ان عورتوں کا یہ فی الواقع ایک کھلا مکر تھا۔ انہیں تو دراصل حسن یوسف کے دیدار کی تساقی یہ تو صرف ایک حیلہ بنایا تھا۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ  
مُتَّكًا وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتِ اخْرُجْ  
عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ  
لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿۶﴾ قَالَتْ فَذَلِكُنَّ  
الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ وَلَقَدْ رَاودْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ  
وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا أَمَرُهُ لَيُصْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ  
الصَّغِيرِينَ ﴿۷﴾

اس نے جب ان کی اس پرفریب غیبت کا حال سنا تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے ایک مجلس مرتب کی اور ان میں سے ہر ایک کو چھری دی اور کہا اے یوسف ان کے سامنے چلے جاؤ ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور زبان سے نکل گیا کہ حاشا للہ یہ انسان تو ہرگز نہیں یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے ○ اسی وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا یہی ہے جس کے بارے میں میں تجھے طعنے دے رہی تھی میں نے ہر چند اسے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن

یہ بال بال بچار ہاں واللہ جو کچھ میں اسے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور بے شک یہ بہت ہی بے عزت ہوگا ○

(آیت: ۳۱-۳۲) عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اس نے اپنی معذوری کی مصلحت بھی دیکھی تو ان کے پاس اسی وقت بلاوا بھیج دیا کہ فلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے۔ اور ایک مجلس، محفل اور بیٹھک درست کر لی جس میں پھل اور میوہ بہت تھا اس نے تراش تراش کر پھیل چھیل کر کھانے کے لئے ایک ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دے دیا یہ تھا ان عورتوں کے دھوکے کا جواب انہوں نے اعتراض کر کے جمال یوسف دیکھنا چاہا اس نے اپنے تئیں معذور ظاہر کرنے اور ان کے کمر کو ظاہر کرنے کے لئے انہیں خود زخمی کر دیا اور خود ان ہی کے ہاتھ سے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آئیے۔ انہیں اپنی مالکہ کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہو سکتا تھا؟ اسی وقت جس کمرے میں تھے وہاں سے آگے عورتوں کی نگاہ جو آپ کے چہرے پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ رہ گئیں ہیبت و جلال اور رعب حسن سے بے خود ہو گئیں اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹنے ان کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ضیافت باقاعدہ پہلے ہو چکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی۔ بیٹھے ہاتھوں میں تھے چاقو چل رہے تھے جو اس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب ایک زبان ہو کر بول انھیں ہاں ضرور۔ اسی وقت حضرت یوسف سے کہلوا بھیجا کہ تشریف لائیے آپ آئے پھر اس نے کہا جائیے آپ چلے گئے آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپ کو دیکھا۔ دیکھتے ہی سب سکتے میں آ گئیں ہوش حواس جاتے رہے بجائے نیبو کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اور کوئی احساس تک نہ ہوا ہاں جب حضرت یوسف چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی۔ تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیے ہیں۔ اس پر عزیز کی بیوی نے کہا دیکھا ایک ہی مرتبہ کے جمال نے تمہیں ایسا از خود رفتہ کر دیا پھر بتاؤ میرا کیا حال ہوگا؟ عورتوں نے کہا واللہ یہ انسان نہیں۔ یہ تو فرشتہ ہے اور فرشتہ بھی بڑے مرتبے والا۔ آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کریں گی۔ ان عورتوں نے حضرت یوسفؑ جیسا تو کہاں ان کے قریب ان کے مشابہ بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا۔ آپ کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا۔

چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسفؑ اور آپ کی والدہ صاحبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضیوں نے عنایت فرمایا تھا۔ اور روایت میں تہائی حسن یوسفؑ اور آپ کی والدہ کو دیا گیا تھا۔ آپ کا چہرہ بجلی کی طرح روشن تھا جب کبھی کوئی عورت آپ کے پاس کسی کام کے لئے آتی تو آپ اپنا منہ ڈھک کر اس سے بات کرتے کہ کہیں وہ فتنے میں نہ پڑ جائے۔ اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپ کو اور آپ کی ماں کو دیا گیا۔ یا جن کی دو تہائیاں ان ماں بیٹی کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگوں کو اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے ایک حصے میں حضرت یوسفؑ اور آپ کی والدہ حضرت سارہ اور ایک حصے میں دنیا کے اور سب لوگ۔ پہلی میں ہے کہ آپ کو حضرت آدم کا آدھا حسن دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے کمال صورت کا نمونہ بنایا تھا اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا آپ کی اولاد میں آپ کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ اور حضرت یوسفؑ کو ان کا آدھا حسن دیا گیا تھا۔ پس ان عورتوں نے آپ کو دیکھ کر ہی کہا کہ معاذ اللہ یہ انسان نہیں۔ بشر کی دوسری قرات بشری ہے یعنی یہ تو خرید کیا ہوا ہی نہیں سکتا یہ تو کوئی ذی عزت فرشتہ ہے۔ اب عزیز کی بیوی نے کہا بتلاؤ اب تو تم مجھے عذر والی سمجھو گی؟ اس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر و برداشت چھین لے؟ میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضے میں نہیں آیا۔ اب سمجھ لو کہ جہاں اس میں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت و عفت کی یہ باطنی خوبی بھی بے نظیر ہے۔ پھر دھکانے لگی کہ اگر میری بات یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ بھگلتا



پڑے گا۔ اور میں اس کو بہت ذلیل کروں گی۔

قَالَ رَبِّ السَّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا  
تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ  
الْجَاهِلِينَ ۖ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ  
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

یوسف نے دعا کی اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلارہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے اگر تو نے ان کا نین فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل میں جاہلوں سے جاہلوں کا ۱۰ اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ اس سے پھیر دئے یقیناً وہ سننے جاننے والا ہے ۱۱

(آیت: ۳۳-۳۴) اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے اس ڈھونگ سے اللہ کی پناہ طلب کی اور دعا کی کہ یا اللہ مجھے جیل خانے جانا پسند ہے مگر تو مجھے ان کے بد ارادوں سے محفوظ رکھ ایسا نہ ہو کہ میں کسی برائی میں پھنس جاؤں۔ اے اللہ تو اگر مجھے بچالے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں۔ مجھے اپنے کسی نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں تیری مدد اور تیرے رحم و کرم بغیر نہ میں کسی گناہ سے رک سکوں نہ کسی کو کر سکوں میں اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں، تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر دے کہ میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کریم و قادر نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو بال بال بچا لیا، عصمت و عفت عطا فرمائی، اپنی حفاظت میں رکھا اور برائی سے آپ بچے ہی رہے۔ باوجود بھرپور جوانی کے باوجود بے انداز حسن و خوبی کے باوجود ہر طرح کے کمال کے جو آپ میں تھا، آپ اپنی خواہش نفس کی بے جا تکمیل سے بچتے رہے۔ اور اس عورت کی طرف رخ بھی نہ کیا جو رئیس زادی ہے، رئیس کی بیوی ہے، ان کی مالکہ ہے، پھر بہت ہی خوبصورت ہے، جمال کے ساتھ ہی مال بھی ہے، ریاست بھی ہے۔ وہ اپنی بات کے ماننے پر انعام و اکرام کا اور نہ ماننے پر جیل کا اور سخت سزا کا حکم سنا رہی ہے۔ لیکن آپ کے دل میں خوف اللہ کا سمندر موج زن ہے، آپ اپنے اس دنیوی آرام کو اور اس عیش اور لذت کو نام رب پر قربان کرتے ہیں اور قید و بند کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں سے بچ جائیں اور آخرت میں ثواب کے مستحق بن جائیں۔

بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سات قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ عز و جل اپنے سائے تلے سایہ دے گا جس دن کوئی سایہ سوا اس کے سائے کے نہ ہوگا۔ (۱) مسلمان عادل بادشاہ۔ (۲) وہ جوان مرد و عورت جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری۔ (۳) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو جب مسجد سے نکلا مسجد کی دھن میں رہے یہاں تک کہ پھر وہاں جائے۔ (۴) وہ دو شخص جو آپس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ (۵) وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس پوشیدگی سے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی۔ (۶) وہ شخص جسے کوئی جاہ و منصب والی جمال و صورت والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۷) وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھیں بند نکلیں۔

## ثُمَّ بَدَأَ لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيْسَ جُنَّتْهُ حَتَّىٰ حِينٌ ۝۱۴

ان تمام نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لئے قید خانے میں رکھیں ○

جیل خانہ اور یوسف علیہ السلام: ☆☆ (آیت: ۳۵) حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا راز سب پر کھل گیا۔ لیکن تاہم ان لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں ہی رکھیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس میں ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو کہ لوگوں میں بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کی چاہت میں مبتلا ہے۔ جب ہم یوسف کو قید کر دیں گے تو لوگ سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا تھا اسی نے کوئی ایسی نگاہ کی ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ مصر نے آپ کو قید خانے سے آزاد کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا تو آپ نے وہیں سے فرمایا کہ میں نہ نکلوں گا جب تک میری برات اور میری پاک دامنی صاف طور پر ظاہر نہ ہو جائے اور آپ حضرات اس کی پوری تحقیق نہ کر لیں جب تک بادشاہ نے ہر طرح کے گواہ سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپ کا بے قصور ہونا ساری دنیا پر کھل نہ گیا آپ جیل خانے سے باہر نہ نکلے۔ پھر آپ باہر آئے جب کہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر نبی اللہ پاکدامن اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو۔ قید کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيْنِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْرًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝۱۵

اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل خانے میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے تو کہا کہ میں نے خواب میں اپنے تئیں شراب نچوڑتے دیکھا ہے اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے تئیں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں آپ اس کی تعبیر بتائیے، ہمیں تو آپ خوابوں والے فطن دکھائی دیتے ہیں ○

جیل خانہ میں بادشاہ کے باورچی اور ساتی سے ملاقات: ☆☆ (آیت: ۳۶) اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے جانا پڑا اسی دن بادشاہ کا ساتی اور نان بائی بھی کسی جرم میں جیل خانے بھیجا گیا۔ ساتی کا نام بندر تھا اور باورچی کا نام بحلت تھا۔ ان پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی قید خانے میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی کافی شہرت تھی۔ سچائی، امانت داری، سخاوت، خوش خلقی، کثرت عبادت، اللہ ترسی، علم و عمل، تعبیر خواب، احسان و سلوک وغیرہ میں آپ مشہور ہو گئے تھے جیل خانے کے قیدیوں کی بھلائی ان کی خیر خواہی ان سے مروت و سلوک ان کے ساتھ بھلائی اور احسان ان کی دلجوئی اور دلداری ان کے بیماروں کی تیمارداری خدمت اور دوا دار و بھی آپ کا شخص تھا۔ یہ دونوں شاہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے۔ ایک دن کہنے لگے کہ حضرت ہمیں آپ سے بہت ہی محبت ہو گئی ہے آپ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے۔ بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر لایا۔ پھر بھی کی محبت باپ کا پیار عزیز کی بیوی کی چاہت سب مجھے یاد ہے۔ اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا ساتی نے تو

دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے۔

ابن مسعودؓ کی قرأت میں خمر ا کے بدلے لفظ عباً ہے۔ اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہی ہیں۔ اس نے دیکھا تھا کہ گویا اس نے انگور کی بتل بوئی ہے اس میں خوشے لگے ہیں اس نے توڑے ہیں پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے کہ بادشاہ کو پلائے۔ یہ خواب بیان کر کے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلائیے۔ اللہ کے پیغمبرؐ نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد جیل خانے سے آزاد کر دیا جائے گا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساقی گری پر لگ جاؤ گے۔ دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرند آ کر اس میں سے کھا رہے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعی ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے۔ اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی۔ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ درحقیقت انہوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لئے جھوٹے خواب بیان کر کے تعبیر طلب کی تھی۔

قَالَ لَا يَأْتِيَكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقُنِيهِ إِلَّا نَبَأَكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ  
أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ  
قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۖ وَاتَّبَعْتُ  
مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ  
نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ  
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۲۸﴾

یوسف نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں ○ میں اپنے باپ دادوں کے دین کا پابند ہوں یعنی ابراہیم واسحاق اور یعقوب کے دین کا ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں ہم پر اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں ○

جیل خانہ میں خوابوں کی تعبیر کا سلسلہ اور تبلیغ توحید: ☆☆ (آیت: ۳۷-۳۸) حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دونوں قیدی ساتھیوں کو تسکین دیتے ہیں کہ میں تمہارے خواب کی صحیح تعبیر جانتا ہوں اور اس کے بتانے میں مجھے کوئی بخل نہیں۔ اس کی تعبیر کے واقع ہونے سے پہلے ہی میں تمہیں وہ بتا دوں گا۔ حضرت یوسف کے اس فرمان اور اس وعدے سے تو یہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ تمہاری قید میں تھے کھانے کے وقت کھول دیا جاتا تھا اور ایک دوسرے سے مل سکتے تھے اس لئے آپؑ نے ان سے یہ وعدہ کیا اور ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے تھوڑی تھوڑی کر کے دونوں خواب کی پوری تعبیر بتلائی گئی ہو۔ ابن عباس سے یہ اثر مروی ہے گو بہت غریب ہے۔ پھر فرماتے ہیں مجھے یہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کافروں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو نہ اللہ کو مانیں نہ آخرت کو برحق جانیں۔ میں نے اللہ کے پیغمبروں کے سچے دین کو مان رکھا ہے اور اسی کی تابعداری کرتا ہوں خود میرے باپ دادا اللہ کے رسول تھے ابراہیم

اسحاق یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام - فی الواقع جو بھی راہ راست پر استقامت سے چلے ہدایت کا پیرو رہے - اللہ کے رسولوں کی اتباع کو لازم پکڑ لے مگر انہوں کی راہ سے منہ پھیر لے۔

اللہ تبارک تعالیٰ اس کے دل کو پر نور اور اس کے سینے کو معمور کر دیتا ہے۔ اسے علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اسے بھلائی میں لوگوں کا پیشوا کر دیتا ہے کہ اور دنیا کو وہ نیکی کی طرف بلاتا رہتا ہے۔ ہم جب کہ راہ راست دکھا دیئے گئے تو حید کی سمجھ دے دیئے گئے شرک کی برائی بتا دیئے گئے۔ پھر ہمیں کیسے یہ بات زیب دیتی ہے؟ کہ ہم اللہ کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کر لیں۔ یہ تو حید اور یہ سچا دین اور یہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی یہ خاص اللہ کا فضل ہے جس میں ہم تنہا نہیں بلکہ اللہ کی اور مخلوق بھی شامل ہے۔ ہاں ہمیں یہ برتری ہے کہ ہماری جانب یہ براہ راست اللہ کی وحی آئی۔ اور لوگوں کو ہم نے یہ وحی پہنچائی۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ اللہ کی اس زبردست نعمت کی جو اللہ نے ان پر رسول بھیج کر انعام فرمائی ہے، ناقدری کرتے ہیں اور اسے مان کر نہیں رہتے۔ بلکہ رب کی نعمت کے بدلے کفر کرتے ہیں۔ اور خود مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھر میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ دادا کو بھی باپ کے مساوی میں رکھتے ہیں اور فرماتے جو چاہے میں حطیم میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے دادا دادی کا ذکر نہیں کیا دیکھو حضرت یوسف کے بارے میں فرمایا میں نے اپنے باپ ابراہیمؑ اسحاق اور یعقوبؑ کے دین کی پیروی کی۔

يٰصَاحِبِ السِّجْنِ اٰرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ  
الْقَهَّارُ ۗ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ  
وَاٰبَاؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ  
اَمْرًا ۚ اَلَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنْ اَكْثَرَ  
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کئی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور؟ ○ اس کے سوا تم جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ فرماں روائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس کا فرمان ہے کہ تم سب سوائے اس کے کسی اور کی عبادت نہ کرو یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

شاہی باورچی اور ساقی کے خواب کی تعبیر اور پیغام تو حید ☆ ☆ (آیت: ۳۹-۴۰) یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں آپ نے انہیں تعبیر خواب بتا دیئے کا اقرار کر لیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے انہیں تو حید کا وعظ سنا رہے ہیں۔ اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلارہے ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ وہ خدائے واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے جس کے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز لاچار و بے بس ہے۔ جس کا ثانی شریک اور سا جھی کوئی نہیں۔ جس کی عظمت و سلطنت چپے چپے اور ذرے ذرے پر ہے وہی ایک بہتر؟ یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناکارہ بہت سے معبود بہتر؟۔

پھر فرمایا کہ تم جن جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو بے سند ہیں۔ یہ نام اور ان کے لئے عبادت یہ تمہاری اپنی گھڑت ہے۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادے بھی اس مرض کے مریض تھے۔ لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے بلکہ اس کی کوئی عقلی نقلی دلیل

دنیا میں اللہ نے بنائی ہی نہیں۔ حکم تصرف، قبضہ، قدرت، کل کی کل اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے باز آنے کا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے۔ دین مستقیم یہی ہے کہ اللہ کی توحید ہو اس کے لئے ہی عمل و عبادت ہو۔ اسی اللہ کا حکم اس پر بے شمار دلیلیں موجود۔ لیکن اکثر لوگ ان باتوں سے ناواقف ہیں۔ نادان ہیں توحید و شرک کا فرق نہیں جانتے۔ اسی لئے اکثر شرک کی دلدل میں دھنسے رہتے ہیں۔ باوجود نبیوں کی چاہت کے انہیں یہ امن نصیب نہیں ہوتا۔ خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑنے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی تھی کہ ان میں سے ایک کے لئے تعبیر نہایت بری تھی تو آپؐ نے چاہا کہ یہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ خصوصاً ایسے موقع پر جب کہ اللہ کے پیغمبران سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہاں تو صرف یہ بات ہے کہ انہوں نے آپؐ کی بزرگی اور عزت دیکھ کر آپؐ سے ایک بات پوچھی۔ آپؐ نے اس کے جواب سے پہلے انہیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی۔ اور دین اسلام ان کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا۔ کیونکہ آپؐ نے دیکھا تھا کہ ان میں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے۔ بات کو سوچیں گے۔ جب آپؐ اپنا فرض ادا کر چکے۔ احکام اللہ کی تبلیغ کر چکے۔ تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپؐ نے ان کا جواب شروع کیا۔

لِصَاحِبِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا ۖ وَأَمَّا الْآخَرُ  
فَيُصَلِّبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ۚ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي  
فِيهِ تَسْتَفْتَيْنِ ۚ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ  
رَبِّكَ ۖ فَأَنَّهُ الشَّيْطَانُ ۖ ذَكَرَ رَبَّهُ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ۚ

اے میرے قید خانے کے رفیقو! تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا لیکن دوسرا سولی دیا جائیگا اور پرندے اس کا سر نوچ  
نوچ کھائیں گے تم دونوں جس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے وہ کام فیصل کر دیا گیا ۚ جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جائے گا  
اس سے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کاٹے ۚ

خواب اور اس کی تعبیر: ☆☆ (آیت: ۴۱) اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبران کے خواب کی تعبیر بتلا رہے ہیں لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیرے  
خواب کی یہ تعبیر ہے اور تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے تاکہ ایک رنجیدہ نہ ہو جائے اور موت سے پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے۔ بلکہ ہم کر  
کے فرماتے ہیں تم دو میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کا ساتی بن جائے گا یہ دراصل یہ اس کے خواب کی تعبیر ہے جس نے شیرہ انگور تیار کرتے اپنے  
تئیں دیکھا تھا۔ اور دوسرا جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اسے سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا مغز  
کھائیں گے پھر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ اب ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر  
ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں۔

آپؐ نے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خواہ خواہ کا خواب گھڑ لے اور  
پھر اس کی تعبیر بھی دے دی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں خواب گویا پرندے کے پاؤں  
پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دے دی جائے جب تعبیر دے دی گئی پھر وہ واقع ہو جاتا ہے مسند ابویعلیٰ میں مرفوعاً مروی ہے کہ خواب کی تعبیر

سب سے پہلے جس نے دی اس کے لئے ہے۔

تعبیر بتا کر بادشاہ وقت کو اپنی یاد دہانی کی تاکید: ☆ ☆ (آیت: ۴۲) جسے حضرت یوسفؑ نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیل خانہ سے آزاد ہونے والا سمجھا تھا اس سے درپردہ علیحدگی میں کہ وہ دوسرا یعنی باورچی نہ بنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دینا۔ لیکن یہ اس بات کو بالکل ہی بھول گیا۔ یہ بھی ایک شیطانی چال ہی تھی جس سے نبی اللہ علیہ السلام کئی سال تک قید خانے میں ہی رہے۔ پس ٹھیک قول یہی ہے کہ فاسادہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے۔ گویا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضمیر حضرت یوسف کی طرف پھرتی ہے۔ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یوسف یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانے میں اتنی لمبی مدت نہ گزارتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے کشادگی چاہی یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے اس لئے کہ سفیان بن وکیع اور ابراہیم بن یزید دونوں راوی ضعیف ہیں۔ حسن اور قنادہ سے مرفوعاً مروی ہے۔ گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ واللہ اعلم۔ بضیع لفظ تین سے نو تک کے لئے آتا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوبؑ بیماری میں سات سال تک مبتلا رہے۔ اور حضرت یوسفؑ قید خانے میں سات سال تک رہے۔ اور نبوت لھر کا عذاب بھی سات سال تک رہا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی۔ سخاک کہتے ہیں چودہ برس آپ نے قید خانے میں گزارے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعٌ سُتَبِلَتْ خَضِرًا وَأُخْرَى يُسَبِّتُ يَأْيَاهُمَا الْمَلَأُ أَفْتُونًا فِي رُءُيَايَ إِنَّ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ ۖ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ۖ وَقَالَ الَّذِي نَجَّاهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ۖ

بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات موٹی تازی فرہ گائیں ہیں جن کو سات لاغر دہلی پٹلی گائیں کھا رہی ہے اور سات بالیں ہیں ہری ہری اور سات اور ہیں بالکل خشک اے دربار پھر اس خواب کی تعبیر بتاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو ○ انھوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑتے پریشان خواب ہیں اور ایسے شوریدہ پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے ہم نہیں ○ ان دو قیدیوں میں سے جو چھوٹا تھا اسے مدت کے بعد یاد آ گیا اور کہنے لگا میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا مجھے جانے کی اجازت دیجئے ○

شاہ مصر کا خواب اور تلاش تعبیر میں یوسف علیہ السلام تک رسائی: ☆ ☆ (آیت: ۴۳-۴۵) قدرت اللہ نے یہ مقرر رکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے بعزت و اکرام پاکیزگی برات اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس کے لئے قدرت نے یہ سب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بھونچکا سا ہو گیا۔ دربار منعقد کیا اور تمام امراء رؤسا کا ہن، منجم علماء اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کو جمع کیا۔ اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی۔ لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اور سب نے لاچار ہو کر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی باقاعدہ لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے۔ یہ تو یونہی پریشان خواب مخلوط خیالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔ اس وقت شاہی ساتی کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے کہ وہ تعبیر خواب کے پورے ماہر ہیں۔ اس علم میں ان کو کافی مہارت

ہے یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل خانہ جگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی۔ اسی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا۔ لیکن اسے شیطان نے بھلا دیا تھا۔ آج مدت مدید کے بعد اسے یاد آ گیا اور اس نے سب کے سامنے کہا کہ اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تعبیر تو مجھے اجازت دو۔ یوسف صدیق علیہ السلام جو قید خانے میں ہیں ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں۔ سب نے اسے منظور کیا اور اسے اللہ کے محترم نبی علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ اُمتہ کی دوسری قرات اُمتہ بھی ہے۔ اس کے معنی بھول کے ہیں۔ یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان یاد آیا۔

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ  
عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَبْسُتٌ لَّعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى  
النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابَأَ  
فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ  
يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ  
إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ  
فِيهِ يُغَاثُّ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾

اے یوسف اے بہت بڑے سچے یوسف آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دہلی چلی گائیں کھارہی ہیں اور سات بالکل بزرخوش ہیں اور سات ہی اور بھی ہیں بالکل خشک تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں کہ وہ سب جان لیں ○ یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم سات سال تک پے در پے لگا کر حسب عادت برابر غلہ بویا کرنا اور فصل کاٹ کر اسے بالوں سمیت ہی رہنے دینا بجز اپنے کھانے کی تعویذی سی مقدار کے لئے ○ اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا پھر اس قحط سے کے جو تم روک رکھو ○ اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برسائی جائے گی اور اس میں شیرہ انور بھی خوب نمودار ہوئے گا ○

(آیت: ۳۶-۳۹) دربار سے اجازت لے کر یہ چلا۔ قید خانے پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی علیہم السلام سے کہا کہ اے نرے سچے یوسف علیہ السلام بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا ہے۔ اسے تعبیر کا اشتیاق ہے۔ تمام دربار ہلکا ہوا ہے۔ سب کی نگاہیں لگیں ہوئیں۔ آپ مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جا کر انہیں سناؤں اور سب معلوم کر لیں۔ آپ نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولے رہا۔ باوجود میرے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا۔ نہ اس امر کی درخواست کی کہ مجھے جیل خانے سے آزاد کیا جائے بلکہ بغیر کسی تمنا کے اظہار کے بغیر کسی الزام دینے کے خواب کی پوری تعبیر سنادی۔ اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتادی۔

فرمایا کہ سات فربہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر حاجت کے مطابق بارش برسی رہے گی۔ خوب ترسالی ہوگی۔ غلہ کھیت باغات خوب پھلیں گے۔ یہی مراد سات ہری بالیوں سے ہے۔ گائیں بتل ہی بلوں میں جتنے ہیں ان سے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے اب ترکیب بھی بتلا دی کہ ان سات برسوں میں جو اناج غلہ نکلے۔ اسے بطور ذخیرے کے جمع کر لیتا۔ اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت



تاکہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو۔ ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لینا۔ لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے۔ ان سات برسوں کے گزرتے ہی اب جو قسط سالیاں شروع ہوں گی وہ برابر سات سال تک متواتر رہیں گی۔ نہ بارش برے گی نہ پیداوار ہوگی۔ یہی مراد ہے سات دہلی گایوں اور سات خشک خوشوں سے ہے کہ ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے پیتے رہو گے۔ یاد رکھنا ان میں کوئی غلہ کھیتی نہ ہوگی۔ وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئے گا۔ تم دانے بوؤ گے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہوگی۔ آپ نے خواب کی پوری تعبیر دے کر ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنادی کہ ان سات خشک سالیوں کے بعد جو سال آئے گا وہ بڑی برکتوں والا ہوگا۔ خوب بارشیں برسیں گی خوب غلے اور کھیتیاں ہوں گی۔ ریل پیل ہو جائے گی۔ اور تنگی دور ہو جائے گی۔ اور لوگ حسب عادت زیتون وغیرہ کا تیل نکالیں گے۔ اور حسب عادت انگور کا شیرہ منجھڑیں گے۔ اور جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہو جائیں گے کہ خوب دودھ نکالیں اور پیئیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِئْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ  
اِلَىٰ رَبِّكَ فَسْأَلُهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ  
رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ  
عَنْ نَفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ ۚ قَالَتِ  
اَمْرَاَتُ الْعَزِيزِ اِنَّنِیْ حَصَّصْتُ الْحَقَّ اَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ  
وَاِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَنۡیَ لَّمۡ اَخۡنُهُ بِالْغَیۡبِ  
وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِیۡ كَیۡدَ الْخَآئِنِیۡنَ ۝

بادشاہ کہنے لگا یوسف کو میرے پاس لاؤ جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے؟ جنہوں نے اپنے ہاتھ آپ کاٹ لئے تھے ان کے حیلے کو صحیح طور پر جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے ○ بادشاہ نے پوچھا کہ اے عورتو! اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے جب تم داؤ گھات کر کے یوسف کو اس کی دلی منشا سے ہرکانا چاہتی تھیں انھوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی، پھر تو عزیز کی بیوی بھی بول اٹھی کہ اب تو سچی بات تھرا آئی فی الواقع میں آپ ہی اسے اس کے نفس کی حفاظت کی جانب سے درغلباری تھی اور کوئی شک نہیں واقعی یوسف سچے لوگوں میں ہے ○ اس تمام بات سے غرض یہ تھی کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی پیٹھ پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تھی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ دعا بازوں کے جھٹکنے سے بچے نہیں دیتا ○

تعبیر کی صداقت اور شاہ مصر کا یوسف علیہ السلام کو وزارت سونپنا: ☆ ☆ (آیت: ۵۰-۵۲) خواب کی تعبیر معلوم کر کے جب قاصد پلٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا۔ تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا۔ ساتھ ہی اسے بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بڑے ہی عالم فاضل شخص ہیں۔ خواب کی تعبیر میں تو آپ کو کمال حاصل ہے۔ ساتھ ہی اعلیٰ اخلاق والے حسن تدبیر والے اور خلق اللہ کا نفع چاہنے والے اور محض بے طمع شخص ہیں۔ اب اسے شوق ہوا کہ خود آپ سے ملاقات کرے۔ اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے سے آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ۔ دوبارہ قاصد آپ کے پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو آپ نے



فرمایا میں یہاں سے نہ نکلوں گا جب تک کہ شاہ مصر اور اس کے درباری اور اہل مصر یہ نہ معلوم کر لیں کہ میرا قصور کیا تھا؟ عزیز کی بیوی کی نسبت جو بات مجھ سے منسوب کی گئی ہے اس میں سچ کہاں تک ہے؟ اب تک میرا قید خانہ بھگتنا واقعی کسی حقیقت کی بنا پر تھا؟ یا صرف ظلم و زیادتی کی بنا پر؟ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا کر میرا یہ پیغام پہنچا دوں کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے اس صبر کی اور آپ کی اس شرافت و فضیلت کی تعریف آئی ہے۔

صحیحین وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ شک کے حقدار ہم بہ نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بہت زیادہ ہیں جب کہ انہوں نے فرمایا تھا میرے رب مجھے اپنا مردوں کا زندہ کرنا مع کیفیت دکھا۔ (یعنی جب ہم اللہ کی اس قدرت میں شک نہیں کرتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کیسے شک کر سکتے تھے؟ پس آپ کی یہ طلب از روئے مزید اطمینان کے تھی نہ کہ از روئے شک۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ میرے اطمینان دل کے لئے ہے)۔ اللہ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی زور آور جماعت یا مضبوط قلعہ کی پناہ میں آنا چاہنے لگے۔ اور سنو اگر میں یوسف علیہ السلام کے برابر جیل خانہ بھگتے ہوئے ہوتا اور پھر قاصد میری رہائی کا پیغام لاتا تو میں تو اسی وقت جیل خانے سے آزادی منظور کر لیتا۔

مسند احمد میں اسی آیت فاضلہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہوتا تو اسی وقت قاصد کی بات مان لیتا اور کوئی عذر تلاش نہ کرتا۔ مسند عبد الرزاق میں ہے آپ فرماتے ہیں واللہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر رہ کر تعجب آتا ہے اللہ اسے بخشے۔ دیکھو تو سہی بادشاہ نے خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے لئے مضطرب ہے قاصد آ کر آپ سے تعبیر پوچھتا ہے آپ فی الفور بغیر کسی شرط کے بتا دیتے ہیں۔ اگر میں ہوتا تو جب تک جیل خانے سے اپنی رہائی نہ کرا لیتا ہرگز نہ بتلاتا۔ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و کرم پر تعجب معلوم ہو رہا ہے اللہ انہیں بخشے کہ جب ان کے پاس قاصدان کی رہائی کا پیغام لے کر پہنچتا ہے تو آپ فرماتے ہیں ابھی نہیں جب تک کہ میری پاکیزگی پاک دامنی اور بے قصوری سب پر تحقیق سے کھل نہ جائے۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں تو دوڑ کر دروازے پر پہنچتا یہ روایت مرسل ہے۔

اب بادشاہ نے تحقیق کرنی شروع کی ان عورتوں کو جنہیں عزیز کی بیوی نے اپنے ہاں دعوت پر جمع کیا تھا اور خود اسے بھی دربار میں بلوایا۔ پھر ان تمام عورتوں سے پوچھا کہ ضیافت والے دن کیا گزری تھی؟ سب بیان کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ماشاء اللہ یوسف پر کوئی الزام نہیں اس پر بے سرو پا تہمت ہے۔ واللہ ہم خوب جانتی ہیں کہ یوسف میں کوئی بدی نہیں۔ اس وقت عزیز کی بیوی خود بھی بول اٹھی کہ اب حق ظاہر ہو گیا واقعہ کھل گیا۔ حقیقت نکھر آئی مجھے خود اس امر کا اقرار ہے کہ واقعی میں نے ہی اسے پھنسانا چاہا تھا۔ اس نے جو بروقت کہا تھا کہ یہ عورت مجھے پھسلا رہی تھی اس میں وہ بالکل سچا ہے۔ میں اس کا اقرار کرتی ہوں اور اپنا قصور آپ بیان کرتی ہوں تاکہ میرے خاوند یہ بات بھی جان لیں کہ میں نے اس کی کوئی خیانت دراصل نہیں کی۔ یوسف کی پاکدامنی کی وجہ سے کوئی شر اور برائی مجھ سے ظہور میں نہیں آئی۔ بدکاری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا۔ میرے اس اقرار سے اور واقعہ کے کھل جانے سے صاف ظاہر ہے اور میرے خاوند جان سکتے ہیں کہ میں برائی میں مبتلا نہیں ہوئی۔ یہ بالکل سچ ہے کہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو اللہ تعالیٰ فروغ نہیں دیتا۔ ان کی دغا بازی کوئی پھل نہیں لاتی۔

الحمد للہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے بارہویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس مہربان مالک نے آج اس مبارک تفسیر کے اٹھائیس پاروں کے ترجمے سے اور ان کے چھپوانے سے مجھے فارغ کیا۔ الحمد للہ الحمد للہ۔ صرف دسویں اور گیارہویں پارے کا ترجمہ باقی رہ گیا۔ اسی رحیم و کریم سے امید ہے کہ باقی کے ان دونوں پاروں کے ترجمے کی بھی توفیق عنایت فرمائے اور انہیں بھی آسانی سے پورے کر دے۔ اے کرم و رحم والے رب العالمین ہمیں اپنے پاک کلام کی سمجھ اور اس پر عمل عطا فرما۔ اور قیامت کے دن آمنے سامنے اپنے مہربانی بھرے کلام سے نواز۔ آمین۔ الراقم المتترجم عاجز ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم (مبین متوطن ریاست جونا گڑھ کاٹھیاواڑ مدرس مدرسہ محمدیہ وائیڈیٹر اخبار محمدی باڑہ ہند وراؤ دہلی۔ بتاریخ ۲ رمضان المبارک ۸۴۲ھ)